آپریشن بلیو اسٹار

06 جون 1984ء پر ایک مفصل مضمون

تحقیق و تحریر: لالۂ صحرائی

اس طویل مضمون میں مزید طوالت سے بچنے کے لئے بہت کچھ مختصر طور پہ بیان کیا ہے تاہم قارئین کو پھر بھی ایسی بہت سی معلومات ملیں گی جو شائد اس سے پہلے آپ کے مطالعہ سے کبھی نہ گزری ہوں۔

حصہ اول

اس چیپٹر کے عنوانات:

- باعث تحریر
- گردوارہ ہرمندر صاحب کی تاریخ
- اکال تخت کا تصور و قیام
- شرومنی گرودوارہ پربندھک کمیٹی
- اکالی دل کا تصور و قیام

باعث تحریر:

زیر نظر مضمون اس بات سے قطع نظر لکھا گیا ہے کہ اسٹیٹ میں اسٹیٹ کا جواز کسی خاص حالات میں جائز ہے یا نہیں، یا کسی بھی قوم، نسل یا طبقے کو اسٹیٹ میں حقوق نہ ملنے پر ملیٹینسی (Militancy) کا حق ہے یا نہیں۔

اس بات کی بجائے یہ دیکھنا چاہیئے کہ حکومتوں کی غفلت، ہٹ دھرمی اور طبقات کو دبا کے رکھنے کی پالیسی آہستہ آہستہ اسٹیٹ (State) میں ایسی ہی صورتحال پیدا کرتی ہے جس سے المیے جنم لیتے ہیں۔

دوسری طرف طبقات کو بھی چاہیے کہ اپنی گزارشات مسلسل سیاسی عمل کے ذریعے حکومتوں کے گوش گزار کرتی رہے، ملکی اکائیاں ملیٹینسی کی بجائے اپنی سیاسی قوت اور بصیرت کو کام میں لا کے اپنی ضروریات اور حقوق کا حصول کریں تو اسٹیٹ کو بھی ایسے انتہائی اقدام نہ کرنے پڑیں۔

میں دونوں طرف کے انتہائی اقدامات کا قائل نہیں بلکہ اس بات کا قائل ہوں کہ محروم طبقوں کو شانت رکھنے کے لئے پہلی ذمہ داری منتخب نمائندوں کے سر پہ ہے، جو لوگ سرکار چلاتے ہیں انہیں اپنے زیرِ نگیں عوام کی ضرورتوں اور حقوق کا پاس ہونا چاہیئے تا کہ عوامی سطح پر ناآسودگی پیدا نہ ہو جو آگے چل کر طبقاتی بغاوتیں جنم دیتی ہے۔

گرودوارہ ہرمندر صاحب:

امرتسر میں سکھوں کی مرکزی عبادت گاہ جسے گُردوارہ دربار صاحب، ہرمندر صاحب اور گولڈن ٹیمپل بھی کہا جاتا ہے اس کی تعمیر سکھوں کے پانچویں گرو، گرو ارجن دیو جی، نے سن 1588ء میں شروع کی تھی، گرو ارجن سنگھ لاہور میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے، ان کی سمادھی شاہی قلعہ لاہور کی اقبال پارک والی اینٹرینس کے شروع میں سیدھے ہاتھ پر واقع ہے، وہیں ان کے تبرکات بھی محفوظ ہیں۔

دربار صاحب کا سنگ بنیاد گرو ارجن سنگھ کی درخواست پر حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا، سن 1604ء میں گرو صاحب نے عبادت کیلئے "آدی گرنتھ صاحب" مکمل کر کے گردوارہ صاحب میں انسٹال کرادی اور یوں دربار صاحب میں سکھوں کے ایک منظم اور نئے دور کا آغاز ہوا۔

گرنتھ صاحب بابا گورونانک صاحب کا کمپائل کیا ہوا کلام ہے، جس کی تکمیل میں کل سات گرووں نے حصہ لیا ہے، ان میں بابا گرورونانک صاحب، گرو انگڑ، گرو امر داس، گورو رام داس، گرو ارجن دیو سنگھ، گرو تیغ بہادر اور گرو گوبند سنگھ صاحب شامل ہیں۔

ابتدا سے لیکر چوتھے گرو تک یہ گرنتھ صاحب کہلاتی تھی، پانچویں گرو ارجن صاحب نے کچھ اضافہ کرکے اسے "آدی گرنتھ" کا نام دیا تھا، ان کے بعد چھٹے، ساتویں اور آٹھویں گرو نے کوئی اضافہ نہیں کیا، پھر نویں گرو تیغ بہادر صاحب نے کچھ اضافہ کیا مگر نام گرنتھ صاحب ہی رہا، پھر دسویں اور آخری گرو گوبند سنگھ صاحب نے اس کا فائنل ورژن تیار کیا اور "گرو گرنتھ صاحب" کا نام دیا، اس کے بعد کوئی گرو کیوں نہیں آیا اس کی تفصیل "دمدمی ٹکسال کے بیک گراؤنڈ" میں آئے گی۔

دربار صاحب کی موجودہ شکل دوبارہ تعمیر کے بعد کی ہے جو سن 1764ء میں بھائی جساء سنگھ آہلوو الیہ نے کی تھی، انیسویں صدی کے آغاز میں دفاعی نقطۂ نظر سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اوپر کی چند منزلوں کا اضافہ کیا اور ان کے اوپر سونا بھی چڑھایا جس کی نسبت سے دربار صاحب کو گولڈن ٹیمپل کہا جاتا ہے۔

گردوارہ دربار صاحب کی تعمیر کا مقصد سکھوں کیلئے ایک مرکزی عبادت گاہ قائم کرنا تھا جو ان کے سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل کے حل کا بھی محور ہو، سکھوں کی مقدس کتاب گرو گرنتھ صاحب وہاں ہر وقت پڑھی جاتی ہے اور تقریباً ایک لاکھ لوگ ہر روز وہاں حاضری کیلئے آتے ہیں۔

حضرت معین الاسلام میاں میر رحمۃ اللہ علیہ (1550ء- 1635ء) لاہور کے ایک عظیم اور مشہور صوفی بزرگ ہیں، سکھوں کے چوتھے، پانچویں اور چھٹے گرو کیساتھ ان کے بہت قریبی دوستانہ مراسم تھے اور سکھوں کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب کے بہت سے ابیات بھی میاں صاحب کو زبانی یاد تھے۔

سکھوں کے چوتھے گرو رام داس جی اور میاں میر صاحب کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا عام تھا کیونکہ یہ دونوں بزرگ وحدت الوجودی صوفی ڈاکٹرائین کے ماننے والے تھے اس لیے مذہب سے بالاتر تعلقات کے حامی تھے۔

میاں میر صاحب اور گرو رام داس جی ایک دوسرے کی مذہبی تقاریب میں بھی برابر شریک ہوتے تھے، بعد میں ان کے صاحبزادے گرو ارجن دیو بھی سکھوں کے پانچویں گرو

بننے کے بعد اسی روایت کو لے کر چلتے رہے۔

گرو رام داس جی نے امر تسر میں ایک بہت بڑا پلاٹ خرید کے اس پر ایک وسیع حوض تعمیر کرایا تھا جس کے بیچ میں کچھ جگہ چھوڑ کے عندیہ ظاہر کیا تھا کہ یہاں ایک مقدس عمارت تعمیر کی جائے گی جس کا سنگِ بنیاد "اپنے وقت کا سب سے بڑا مقدس انسان" رکھے گا۔

ان کی وفات کے بعد گروارجن دیو جی نے اسی مقام پر ہرمیندر صاحب کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا اور میاں میر کو وقت کا سب سے بڑا متقی و مقدس انسان قرار دے کر انہیں گردوارہ دربار صاحب کی تعمیر کے لئے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کی۔

اس مقصد کے لئے گروارجن دیو جی کا بھیجا ہوا 101 سکھوں کا جتھا پالکی لے کر لاہور آیا تاکہ میاں صاحب کو لاہور سے امر تسر لے کر جائیں۔

لاور کے مغل گورنر کے دیوان (چیف منسٹر) چندو مل کو جب اس بات کا پتا چلا تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ سکھوں کا مضبوط ہونا ایک اچھا امر نہیں،

چندو مل نے ایک "رام رحیم" نام کی موومنٹ بھی چلا رکھی تھی، اس نے احمد داس نامی شخص کو میاں صاحب کے پاس بھیجا تاکہ وہ سکھوں کو سپورٹ کرنے کی بجائے چندو مل کی "رام رحیم" موومنٹ کو سپورٹ کریں جس کا مقصد یہ پرچار کرنا تھا کہ "رام اور رحیم" ایک ہی ذات کے دو نام ہیں لہذا ہندو اور مسلم میں کوئی فرق نہیں، یہ سلوگن محض مغلوں کے منظور رہنے کا ایک بہانہ تھا اور کچھ بھی نہیں۔

اس پیغام کے جواب میں میاں صاحب نے موافقت کرنے کی بجائے یہ مفصل جواب دیا کہ:

"رام خدا نہیں بلکہ راجہ دسرتھ کا بیٹا، مائی سیتا کا شوہر، لَو اور کُش کا باپ تھا جبکہ رحیم خدا کا نام ہے، جس کے نہ تو ماں باپ ہیں اور نہ ہی بیوی بچے، لوگ صرف ایک ہی نام کی محبت میں متحد ہو سکتے ہیں اور وہ ہے خدا کا نام جو ہر عیب اور ضرورت سے پاک ہے، سکھوں کیساتھ ہماری دوستی توحید پرستی کی بنیاد پر ہے اسلئے گروارجن دیو جی بہت اچھا کام کر رہے ہیں لہذا میں انہی کی حمایت کروں گا۔"

اس انکار کی پاداش میں احمد داس اور اس کے فوجیوں نے میاں صاحب کے قافلے پر حملہ کر دیا جس میں پالکی اٹھانے والے کئی لوگ زخمی ہوئے تاہم سکھوں کی بھرپور جوابی

کاروائی سے احمد داس کو میدان چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

امرتسر میں میاں صاحب نے جب دربار صاحب کا سنگ بنیاد رکھ دیا تو مستری کے حساب سے وہ کچھ ٹیڑھا تھا اس لیے اس نے بغیر اجازت اس پتھر کو اٹھا کر سیدھا کرنے کی غرض سے دوبارہ لگایا تو گرو ارجن دیو جی مستری پر برس پڑے "تم ایک مقدس بزرگ کا رکھا ہوا پتھر کیسے اٹھا سکتے تھے؟ یہ تم نے ظلم کیا ہے....... تمھاری اس حرکت کی وجہ سے دربار صاحب ہمیشہ خطرے میں رہے گا۔"

بعد کے ادوار میں ہونے والے حملوں نے گرو ارجن دیو جی کی اس پیش گوئی کو سچ ثابت کیا، جس میں ابدالی کا حملہ اور آپریشن بلیو اسٹار سمیت کئی حملے شامل ہیں۔

گرو ارجن دیو جی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیش نظر دیوان چندو مل نے ان کیخلاف چند جھوٹے کیس بنائے اور گرفتار کر کے لاہور قلعے کے باھر انہیں لوگوں کے سامنے دہکتی ہوئی لوہے کی پلیٹ پر بٹھا دیا اور سر پر گرم ریت بھی ڈالی۔

میاں صاحب کو جب پتا چلا تو آپ بھاگم بھاگ وہاں پہنچے اور گرو صاحب سے کہا کہ ان کے الزامات کو جھوٹے کہہ دو تو دیکھو کہ میں دہلی اور لاہور کی سلطنت کا کیا انجام کرتا ہوں مگر گرو صاحب نے کہا یہ خدا کی مرضی تھی اور مجھے اس کی مرضی پوری کرنی ہے، میاں صاحب کی مداخلت سے سرکاری تشدد تو رک گیا مگر گرو صاحب کو بہت جسمانی نقصان پہنچ چکا تھا، کہا جاتا ہے کہ چند دن بعد وہ راوی پر نہانے کیلیئے گئے مگر واپس نہیں آئے۔

پھر میاں میر صاحب کی شکایت پر شہنشاہ جہانگیر نے چندو مل کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور اس کی گردن میں رسی ڈال کر لاہور کی گلیوں میں گھمانے کا آرڈر بھی دے دیا اسی سزا کے دوران چندو مل کا انتقال ہو گیا۔

گرو ارجن دیو جی کے بعد ان کے بیٹے گرو ہر گوبند صاحب سکھوں کے چھیویں گرو بنے جو ابھی ٹین ایجر تھے، گرو بننے کے بعد گرو ہر گوبند سب سے پہلے اپنے باپ اور دادا کے قریبی دوست میاں میر صاحب سے ملنے لاہور چلے آئے، جب وہ اپنے گھوڑے سے اترنے لگے تو میاں صاحب نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا، "میرا بیٹا میرے ہاتھوں پر پاؤں رکھ کے اترے گا" اور اس طرح میاں صاحب نے نوجوان گرو کو گھوڑے سے اتارا۔

اس واقعے سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اصلی صوفی میں کبر و نخوت نہیں ہوتی اور ایک سچا صوفی دوسرے کا اکرام بھی کرتا ہے اور خاص طور پہ نوجوان گرو کی اہمیت کو عوام میں

ظاہر کرنا مقصود تھا تا کہ اہل حکومت اس کے ساتھ بھی پہلے جیسی شقاوت کا مظاہرہ نہ کریں کیونکہ میاں صاحب کا لاہور اور سلطنت مغلیہ میں بہت اہم مقام تھا اور عوام و حکمران ان کا خاطر خواہ لحاظ کرتے تھے۔

لیکن اس کے باوجود بعد میں پھر وہی ہوا کہ سیاسی دشمنی کی بنا پر فتنہ انگیزوں کی باتوں میں آ کے جہانگیر نے گرو ہر گوبند کو گوالیار سے گرفتار کرا لیا جسے میاں میر صاحب نے لاہور پہنچتے ہی رہا کروا لیا اور بائیس دن اپنے پاس مہمان رکھا۔

اس ساری سیاسی کشمکش کی وجہ وہ تمام ہندو افسران اور فوجی تھے جو مغل حکومت میں کلیدی حیثیت رکھتے تھے اور سکھوں کی بڑھتی ہوئی تحریک کے ہاتھوں اپنا راج کھو دینے سے خائف تھے اور دیوان چندو مل کی موت کا انتقام بھی لینا چاہتے تھے۔

میاں میر صاحب 1635ء میں وصال فرما گئے تو 1658ء میں اورنگزیب نے اقتدار میں آ کے ایک عجیب دھما چوکڑی مچا دی، اس کے دور میں میاں صاحب کے بیشتر چاہنے والے زیرِ عتاب آئے جن میں داراشکوہ قادری، میاں صاحب کے گدی نشین اور شیخ سرمد شہید شامل ہیں۔

داراشکوہ اس برے وقت میں گرو ہر گوبند کے پاس مدد کیلئے گئے تو گرو صاحب نے انہیں پانچ لاکھ سونے کی مہریں عطیہ کیں تا کہ وہ اپنے لئے فوج تیار کر سکے۔

اورنگزیب نے داراشکوہ اور سرمد صاحب کو بالآخر ان دونوں کے صوفیانہ وحدت الوجودی افکار کو کفر کے مترادف قرار دے کر ملا قوی کے شرعی فتوے کی اتھارٹی پر شہید کرا دیا۔

اورنگزیب نے داراشکوہ کی پناہ گاہوں کو بھی مسمار کرنے کا حکم دیدیا تھا، اس مہم میں میاں میر صاحب کے مزار کو بھی شدید نقصان پہنچا جو داراشکوہ نے تعمیر کرایا تھا پھر بعد کے دور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں صاحب کے مزار کی مرمت کرائی اور دربار کے اخراجات کیلئے سرکاری وظیفہ بھی جاری کیا، مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے خرچے پر میلے کا آغاز بھی کیا جو اس کی موجودگی تک اسی کے خرچے پر منعقد ہوتا رہا تھا تاہم اس کے بعد بھی میاں میر صاحب کا سالانہ عرس حسب دستور آج تک ہوتا چلا آ رہا ہے۔

میاں صاحب کے مزار پر حملے کے بعد ان کے گدی نشیں پناہ کیلئے امرتسر چلے گئے، ان میں حضرت ابو سعید فتح اللہ معصوم بھی تھے جنہیں گرو ہر گوبند نے دھرمکوٹ میں وسیع

زمین الاٹ کی تاکہ ان کی گزر بسر ہو سکے، یہ ٹاؤن امرتسر کے قریب ہی واقع ہے جسے آجکل دھر مکوٹ رندھاوا کہا جاتا ہے، میاں میر صاحب کے اس خاندان نے اپنی بقیہ زندگی وہیں پہ گزاری اور وہیں مدفون ہیں۔

مغل حکمرانوں کی سکھوں کے ساتھ بہت لمبی چپقلش چلی جس میں سکھوں کی کئی نامور ہستیوں کے علاوہ ان کے دسویں، آخری اور نہایت ہر دلعزیز گرو گوبند سنگھ بھی شہید ہوئے۔

یہ چپلقش دو وجوہات کی بنا پر تھی، پہلے پہل یہ ہندو افسر شاہی کی وجہ سے قائم ہوئی اور بعد میں مسلمان باغیوں کو پناہ دینے کی بنا پر، اس دشمنی میں مذہبی دشمنی کا کوئی کردار نہیں تھا اور یہی سلسلہ بعد کے ادوار میں گرودوارہ ہر مندر صاحب پر مختلف حملوں کا باعث بھی بنتا رہا جن میں اٹھارہویں صدی میں احمد شاہ ابدالی اور ماسا رانگڑ کے اکال تخت اور ہر میندر صاحب پر کئی حملے شامل ہیں۔

دربار صاحب کا اکال تخت:

اکال تخت چھٹے پیشوا گرو ہر گوبند صاحب نے تعمیر کرایا تھا جو سکھوں کی سیاسی قوت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے روحانی، سیاسی اور دیگر مسائل حل کرنے کے لئے ایک مرکزی اور فیصلہ کن پلیٹ فارم کے طور پہ بنایا گیا تھا۔

سن 1606ء میں اس جگہ گرو ہر گوبند جی کا مجسمہ بھی نسب کیا گیا، یہ پلیٹ فارم 3.5 میٹرز چوڑا اور 11 فٹ بلند ہے جس پر گرو ہر گوبند سنگھ بیٹھتے تھے، لوگوں کی عرضیاں سنتے اور فیصلے کرتے تھے، یہی کونسیپٹ بعد کے دور میں شرومنی گرودوارہ پربندھک کمیٹی کی بنیاد بنیاد بنا۔

شرومنی گرودوارہ پربندھک کمیٹی:

یہ سکھوں کی مرکزی رجسٹرڈ باڈی ہے جو ان کے دنیا بھر میں قائم گرودوارں کے انتظام و انصرام کے علاوہ ان کے سیاسی مسائل حل کرنے اور سیاسی قوت کو استعمال کرنے کے فیصلے کرتی ہے۔

سکھوں کو بھارت میں اپنے مفاد کے تحفظ کیلئے ایک متحدہ سیاسی پلیٹ فارم مہیا کرنے کی غرض سے "اکالی دَل" اسی کمیٹی کی بنائی ہوئی سیاسی پارٹی ہے، اس کے رجسٹرڈ بانی لیڈر

سردار سکھبیر سنگھ بادل تھے۔

اکالی دَل پارٹی کا قیام:

دَل کہتے ہیں جُھنڈ یا جتھے کو اور اکالی سے مراد اکال تخت والے ہے، اکالی دل سکھوں کی مرکزی سیاسی پارٹی ہے جس کی بنیاد 20 دسمبر 1920ء میں شرومنی گرودوارہ پربندھک کمیٹی نے رکھی تھی، سردار سرمکھ سنگھ اکالی دل کے پہلے صدر تھے لیکن بطور سیاسی پارٹی اسے مقبولیت ماسٹر تاراسنگھ کے دور سے ملی۔

تقسیم ہند کے موقع پر سکھوں کا کردار گندا کرنے میں ماسٹر تاراسنگھ کا کلیدی رول ہے جو غیر منقسم ہندوستان کے حواری مسلمانوں کی طرح کانگریس کے جھانسے میں آگئے تھے، اس موقع پر یہ بھی اسی اصول سے اپنے لئے علیحدہ اسٹیٹ کا مطالبہ کر دیتے جس اصول سے تقسیمِ ہند ہو رہی تھی تو انڈیا اور پاکستان کے درمیان ایک بفر زون ہونے کی وجہ سے آج نہ صرف برصغیر کے حالات پرسکون ہوتے بلکہ اب تک ہونے والی جنگیں اور مسئلہ کشمیر کا بھی نام نہ ہوتا اور تقسیم کے وقت سکھوں نے جو لوٹ مار اور قتل عام کیا وہ داغ بھی شائد ان کے دامن پر نہ لگتا۔

بعد میں جب انہیں احساس ہو گیا کہ کانگریس نے ان کیساتھ ہاتھ کیا ہے تو اکالی دل پارٹی نے سنت فتح سنگھ کی لیڈرشپ میں پنجاب سبھا موومنٹ چلائی جو پنجاب اسٹیٹ کی ڈیمانڈ کرتی تھی، اس کے نتیجے میں 1966ء میں موجودہ پنجاب اسٹیٹ وجود میں آئی جہاں اکالی دل نے پہلی بار خالص پنجابی حکومت بنائی لیکن پارٹی کے اندر تنازعات اور کھینچا تانی کی وجہ سے زیادہ دیر تک چل نہ سکی بعد میں لیڈرشپ کو مضبوط کیا گیا جس کے بعد اکالی دل نے اپنا پہلا ٹرم مکمل کیا۔

بھارتی پنجاب کے چند چیف منسٹرز جو اکالی دل سے تعلق رکھتے ہیں۔

- گرنام سنگھ مارچ 1967ء سے نومبر 1967ء
- لچھمن سنگھ گل نومبر 1967ء سے اگست 1968ء
- گرنام سنگھ فروری 1969ء سے مارچ 1970ء
- پرکاش سنگھ بادل مارچ 1970ء سے جون 1971ء
- پرکاش سنگھ بادل جون 1977ء سے فروری 1980ء

- سرجیت سنگھ برنالہ ستمبر 1985ء سے جون 1987ء
- پرکاش سنگھ بادل فروری 1997ء سے فروری 2002ء
- پرکاش سنگھ بادل مارچ 2007ء سے مارچ 2017ء

جو ادوار درمیان سے غائب ہیں ان میں کانگریس حکمران رہی ہے۔

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کیساتھ سیاسی چشمک پیدا ہونے کے بعد غداری کی مرتکب بھی یہی کمیٹی اور اکالی دل کے سیاسی لیڈرز ہیں جو اس وقت اکال تخت اور پنجاب گورنمنٹ چلا رہے تھے اور سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کی عوامی مقبولیت سے سخت خائف تھے لیکن حکومتِ ہند، کانگریس اور اندرا گاندھی کیساتھ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی مدبھیڑ "دمدمی ٹکسال" کے اندر اندرا گاندھی کے بیجا اثر و رسوخ اور مداخلت کی وجہ سے شروع ہوئی تھی۔

دوسرا حصہ

اس چیپٹر کے عنوانات:

- سکھ ازم سے چھیڑ چھاڑ کا رجحان
- قلعہ آنند پور صاحب پر قبضہ
- پریوار و چھوڑا کا المیہ
- چمکور کی حیرت انگیز لڑائی
- چالی مکت یا مکتسر کی لڑائی
- سری دمدما صاحب تک کا سفر
- ہیومن گروشپ کا اختتام
- اور اس میں پوشیدہ حکمت
- دمدمی ٹکسال اور سنت شپ کا اجراء
- اندرا گاندھی کیساتھ تنازعے کی شروعات

سکھ ازم سے چھیڑ چھاڑ کا رجحان:

اندرا گاندھی کے جو اقدامات سکھوں کیلئے چتاؤنی بن کے خالصتان موومنٹ کا باعث بنے انہیں سمجھنے کیلئے سکھوں کے ماضی کو دیکھنا بہت ضروری ہے ورنہ سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے اور سکھ قوم کی سائیکی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

اورنگزیب کو مذہبی اصلاح کا بڑا شوق تھا اس مقصد کیلئے جہاں اس نے میاں میر صاحب کے گدی نشینوں، داراشکوہ اور سرمد صاحب کو نہیں بخشا وہاں اس نے ایک دن سکھوں کے ساتویں گرو ہر رائے صاحب کو بھی پیغام بھیج دیا کہ گرنتھ صاحب کو جسٹیفائی کر کے دیں۔

اس کام کیلئے ہر رائے صاحب نے اپنے بڑے صاحبزادے رام رائے کو بھیجا جو آٹھویں گروشپ کیلئے نامزد تھے، اورنگزیب کو یہ سمجھ آگئی کہ اس کلام کے ہوتے ہوئے سکھوں کو قابو کرنا ممکن نہیں، اس نے نامزد آٹھویں گرو کو ایک مقام پر کہا کہ گرنتھ صاحب کا یہ جملہ مسلمانوں کیلئے ہتک آمیز ہے، اس پر رام رائے جو یرغمال بنے ہوئے تھے انہوں نے جان کے خوف سے وہ جملہ بدل دیا۔

گرو ہر رائے صاحب کو جب اس بات کا پتا چلا کہ صاحبزادے گربانی میں تحریف کر آئے ہیں تو اورنگزیب کیساتھ ساتھ انہوں نے اپنے ولی عہد پر بھی سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور اسے گروشپ سے معزول کر کے اگلا یعنی آٹھواں گرو اپنے چھوٹے صاحبزادے ہر کشن صاحب کو متعین کر دیا اور سکھوں کو منع کر دیا کہ رام رائے جیسے بزدل سے کوئی بھی گُر سکھی کی تعلیم نہیں لے گا۔

گرو ہر کرشن کے بعد نوویں گرو سردار تیغ بہادر صاحب تھے، انہوں نے مغلوں سے دور ہونے کیلئے 1665 میں اپنے لئے آنند پور کا گاؤں آباد کیا تھا لیکن وہاں سکھوں کی بڑھتی ہوئی طاقت جو گربانی، یعنی گرنتھ صاحب کی تعلیمات، کی ایماء پر پسے ہوئے طبقات کی سخت حمایت کرتی تھی وہ مغلوں کے وفادار ہندو راجاؤں اور مسلمان نوابوں دونوں کیلئے سخت ناگواری کا باعث بن رہی تھی۔

اس اشرافیہ کی ایماء پر اورنگزیب نے 1675 میں سردار تیغ بہادر صاحب کا مذہب بدلوانے کا حکم دیدیا، لیکن جب کافی ٹارچر کے بعد بھی وہ اپنا مذہب چھوڑنے پر راضی نہ

ہوئے تو ان کا سر قلم کر دیا گیا۔

ان کے بعد آخری گرو سردار گوبند رائے جو ہر لحاظ سے ایک حیرت انگیز اور مسحور کن شخصیت تھے انہوں نے جب سکھوں کی پیشوائی سنبھالی تو سکھ قوم کو ہمہ جہت طور پر ڈویلپ کرنا شروع کر دیا۔

پچھلے سانحات کے پیش نظر سکھ قوم بھی اپنے گرو کی حفاظت کیلئے بڑی تعداد میں آنند پور صاحب کی طرف آنے جانے لگی تھی، خصوصاً بیساکھی پر جب لاکھوں کے اجتماعات ہونے لگے تو ایکبار پھر راجاؤں اور نوابوں کی فرمائش پر مغل حکومت نے 1693 میں آنند پور صاحب میں اجتماعات پر پابندی لگا دی۔

گرو صاحب نے 1699 میں پابندی کے باوجود بیساکھی کے موقع پر ایک مہاسماگم، یعنی میگا سکھ کنونشن، بلوایا جس میں سکھ قوم کیلئے چند بنیادی سوسائٹل نارمز طے کئے۔

ان میں پہلا یہ تھا کہ پسی ہوئی پانچ چھوٹی ذاتوں میں سے پانچ لوگوں کو اپنے "پنج پیارے" قرار دیا تاکہ اعلی ذات کے سکھ انہیں چھوٹا نہ سمجھیں، پھر ان پانچ پیاروں سے کہا کہ سب سے پہلے مجھے اپنا مرید بنائیں، تاکہ اس سے آپ کو جو احساس پیدا ہو کہ پیر کو مرید بنا کر کیسے ٹریٹ کرنا ہے وہ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتا رہے کہ پنج پیارے بن کے آپ نے باقیوں کو ٹھڈے مارنے کی بجائے کس احترام سے ٹریٹ کرنا ہے، پھر مذہبی سپاہی کا تصور پیش کیا کہ سکھوں کو ہر قسم کی بے انصافی میں پسی ہوئی عوام کا ساتھ دینا ہے، جو خود کو اس کام کیلئے پیش کرے وہ مذہبی سپاہی ہو گا، اسے خالصہ پنتھ یا سکھ آرمی کا قیام بھی کہا جاتا ہے، واہے گرو جی کا خالصہ اسی سپاہی کو کہتے ہیں، پھر ان سب کو بپتسمہ دینے کیلئے امرت کا اجراء کیا جسے پنجابی میں کھنڈ دا پوہل یا انگریزی میں ہولی واٹر کہتے ہیں تاکہ جو لوگ اس راستے پر چلنا چاہیں وہ پہلے امرت چکھیں جو اس بات کا عہد ہے کہ اب ہم آئندہ کچھ غلط نہیں کریں گے۔

گرو صاحب کا یہ اقدام سرکاری اشرافیہ کو بڑھکانے کے مترادف نکلا جو سکھ۔ مغل چھ جنگوں کے علاوہ گرو صاحب کے پریوار و چھوڑے کا بھی باعث بنا۔

قلعہ آنند پور صاحب پر قبضہ:

پہلی بار سن 1701 میں ہندو اور مغل فوج دس ہزار کے لشکر سے قلعہ آنند پور صاحب پر حملہ آور ہوئی مگر اپنے سپہ سالار پائیندہ خان کے مرنے سے میدان چھوڑ گئی۔

پھر انہوں نے 1701 میں ہی دوبارہ آنندپور کا محاصرہ کیا لیکن سکھ طاقت کو دیکھ کے لڑے بغیر واپس چلے گئے، پھر تیسری بار 1704 میں ایک بڑی طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوئے مگر پسپائی اختیار کرنی پڑی لیکن چوتھی بار اورنگزیب نے دس لاکھ کا لشکر مہیا کر دیا جس نے مئی سے دسمبر 1704 تک قلعہ آنندپور صاحب کا طویل محاصرہ کیا۔

سکھ قوم کا جب حوصلہ پست نہ ہوا تو سرکاری فوج نے ایک تجویز بھیجی کہ سکھ قوم اگر دو جتھوں کی صورت میں آنندپور چھوڑ جائے تو انہیں محفوظ راستہ دیدیا جائے گا، اس معاہدے پر مسلمان کمانڈر نے قرآن شریف پر اور ہندو کمانڈر نے گائے پر قسم کھائی لیکن جب اکیس دسمبر کی سرد ترین رات میں سکھ لشکر کا پہلا جتھا قلعہ چھوڑ گیا تو سرکاری فوج نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے پچیس کلومیٹر پرے دریائے سرسہ عبور کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔

پریوار وچھوڑا کا المیہ:

سکھ قوم ان کی قسم پر اعتبار کرتے ہوئے اس حملے کیلیۓ بالکل تیار نہ تھی اسلیۓ بدنظمی کا شکار ہوگئی، کچھ لشکر مارا گیا، کچھ دریا میں بہہ گیا اور کچھ سردی اور بارش زدہ رات کی نذر ہو گیا، صرف گنتی کے چند لوگ ہی دریا کے پار اتر سکے جن میں گرو صاحب، ان کی والدہ، چار صاحبزادے اور چالیس کے قریب ان کے ساتھی شامل تھے۔

دریا کے دوسری طرف بھی ایک سرکاری دستہ موجود تھا، اس خطرے سے بچنے کیلیۓ یہ قافلہ قریبی ٹیکری پر ایک قلعہ نما حویلی کی طرف بھاگا جس میں باقی لوگ تو محفوظ ہو گئے مگر گرو صاحب کی والدہ ماتا گجری، آٹھ سالہ صاحبزادے زورآور سنگھ اور پانچ سالہ فتح سنگھ اس دستے کے ہتھے چڑھ گئے، نواب صاحب نے دونوں بچوں کو زندہ دیوار میں چنوادیا اور یہ سلسلۂ ستم دیکھ کے ماتا گجری صدمے سے فوت ہو گئی، اس مقام پر دریائے سرسہ کے کنارے ان شہیدوں کی یاد میں اب "گردوارہ پریوار وچھوڑا" قائم ہے۔

چمکور کی حیرت انگیز لڑائی:

نواب کے دستے نے رات کو ہی اس حویلی کا محاصرہ کر لیا تھا، پھر اگلے دن نواب وزیر خان کی سربراہی میں سرکاری فوج بھی پہنچ گئی، یہ جگہ لدھیانہ میں دریائے سرسہ کے قریب چمکور کے مقام پر تھی۔

حویلی میں گرو صاحب کیساتھ ان کے دو بیٹے اجیت سنگھ اور ججھر سنگھ کے علاوہ خالصہ پنتھ یا سکھ آرمی کے چالیس سپاہی محصور تھے، ان چالیس سکھوں نے دس لاکھ کے لشکر پر تیر اندازی اور دیگر جنگی ہتھیاروں کا وہ خوب استعمال کیا کہ دس لاکھ کا لشکر تتر بتر کر کے رکھ دیا مگر دونوں صاحبزادوں سمیت چار کے علاوہ سب ساتھی شہید ہو گئے۔
سنگھ از کنگ اور ایک خالصہ سوالاکھ پہ بھاری جیسی متھ اسی جنگ میں دس لاکھ کے لشکر کو پسپا کرنے پر گردانی جاتی ہے۔
گرو صاحب اور ان چار ساتھیوں کو خالصہ پنتھ نے محفوظ موقع ملتے ہی ماچھیواڑہ جنگل کے راستے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا اسلئے یہ پانچ لوگ بچ گئے۔

چالی مکت یا مکتسر کی لڑائی:

اس کے بعد 1706 میں مکتسر کی چھٹی لڑائی ہوئی جو بہاولنگر کے بارڈر سے پچیس تیس کلومیٹر پرے واقع ہے۔
جس مقام پر یہ جنگ ہوئی اس کا کوئی نام نہیں تھا، یہ بھی اس دور کے دریائے ستلج کے قریب ایک ویرانہ تھا جو اب سری مکتسر صاحب کے نام سے مشرقی پنجاب کا چودھواں بڑا شہر ہے۔
اس جنگ میں بھی سکھوں کا بہت نقصان ہوا، لڑائی ختم ہوئی تو میدان میں ہزاروں لاشیں پڑی ہوئی تھیں، گرو صاحب ان میں زندہ لوگوں کو طبی امداد دینے کیلئے تلاش کر رہے تھے کہ ان کی نظر مائی بھاگو پر پڑی جو معروف سکھ واریئر تھیں، وہ شدید زخمی تھیں لیکن سروائیو کر گئیں۔
گرو صاحب انہیں سنبھالنے کیلئے پہنچے تو مائی بھاگو نے کہا کہ مجھے چھوڑیں اپنے ان چالیس جوانوں کو دیکھیں جو آپ کے پیچھے کٹ مرے ہیں، گرو صاحب اس اشارہ کردہ جگہ پر پہنچے تو ایک سکھ انہیں دیکھ کے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا، گرو نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا تو اس نے کہا کہ ہمارے چالیس کے جتھے کو خالصہ پنتھ سے نکال دیا گیا تھا برائے مہربانی یہ معزولی کا پروانہ منسوخ کر کے ہماری نجات کر دیں۔
قصہ یہ تھا کہ یہ چالیس لوگ آنند پور صاحب کی لڑائی سے کسی وقت اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے، ان کی بیویوں نے گرو کو تنہا چھوڑنے کی پاداش میں انہیں لعن طعن

کر کے گھروں سے بھگا دیا تھا اور خالصہ پنتھ نے بھی انہیں غداری یا سکھ ازم سے معزولی یا بید خلی کا پروانہ تھما دیا تھا۔

گرو نے اس سپاہی سے وہ پروانہ لیکر پھاڑ دیا اور ان سپاہیوں کو اپنے وفاداروں میں قبول کر لیا، اس واقعے کو پنجابی میں "چالی مکت" یا چالیس کی نجات کا نام دیا گیا جس کی نسبت سے اس جگہ کا نام مکتسر پڑ گیا، مکت کا مطلب نجات اور سری کا مطلب تلواروں کا ذخیرہ ہوتا ہے جسے اردو میں کوت یا کوتھ اور انگریزی میں آرمری کہتے ہیں، اس لحاظ سے سر کا مطلب ہے تلوار، شمشیر بے نیام، یوں مکتسر کا معنی یہ ہوگا کہ شمشیروں یا سپاہیوں کی نجات، اسی نسبت سے یہاں سری مکتسر صاحب کا گردوارہ قائم ہوا تھا جو اب ایک بڑا شہر بن گیا ہے۔

سری دمدما صاحب تک کا سفر:

ان لڑائیوں کے بعد گرو صاحب نے جس جگہ پڑاؤ کیا تھا اسے دمدمی کہا گیا جو اب سری دمدما صاحب کے نام سے مشہور ہے، یہ جگہ بھاولنگر کی سیدھ میں سری مکتسر صاحب سے پچاسی کلومیٹر پرے معروف شہر بٹھنڈہ اور تلونڈی صابو کے قریب واقع ہے۔

دمدمی کا معنی ہے دم لینے یا عارضی پڑاؤ کرنے کی جگہ، مکتسر کی جنگ کے بعد گرو صاحب نے اس جگہ پر قیام کے دوران اپنی مقدس کتاب گرنتھ صاحب کا فائنل ورژن کمپائل کر کے اسے گرو گرنتھ صاحب کا نام دیا تھا اور یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بعد اب کوئی ہیومن گرو نہیں آئے گا۔

ہیومن گروشپ کا اختتام اور اس میں پوشیدہ حکمت:

اس تاریخ کے آئینے میں یہ جاننا کچھ مشکل نہیں کہ بیشتر سکھ گرووں نے حکومتِ وقت کے ہاتھوں سخت مشکلات اور نقصانات اٹھائے تھے جن میں گرو گوبند سنگھ صاحب نے ماں باپ سے لیکر بچوں تک بہت بڑی قربانی دی تھی، پھر سکھوں اور گرووں سے مذہب تبدیل کرانے اور گرنتھ صاحب میں تحریف کرانے کی اٹیمپٹ بھی ہو چکی تھی، پھر یہ مسئلہ بھی پیش آتا تھا کہ جب کسی گرو کیساتھ چھیڑ چھاڑ کی جاتی تو سکھ قوم بھی حکومت وقت سے لڑنے مرنے کو میدان میں اتر آتی تھی لہذا آئندہ بھی یہ خطرات موجود تھے جن کے پیش نظر ہی مہاسماگم کا انعقاد کیا گیا تھا تا کہ اس ہیریرکی کو بدل کے سکھ ازم کی بقا کو محفوظ بنا دیا جائے۔

مہاسماگم سے سری دمدما صاحب میں قیام تک گرو صاحب نے جو جو اقدامات کئے تھے انہیں سم۔اپ کر کے بتا دیتا ہوں کہ سکھوں کی نئی ہریریکی کیا بنتی ہے جو اب تک رائج ہے۔

گرو ہر گوبند صاحب کے اکال تخت والے تصور کے تحت اکال تخت کے نیچے ایک خالصہ پنتھ ہو گا جو قوم اور پسے ہوئے طبقات کی حفاظت کرے گا۔

اس پنتھ کی طاقت سے نچلے طبقات کو محفوظ رکھنے کیلئے پانچ پیشوں سے متعلق کمی عوام کو پانچ پیارے قرار دے دیا جائے تاکہ وہ طاقتور طبقات، سکھ سپاہیوں اور اونچی ذات کے سکھوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں اور کوئی اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھا کر انہیں دبانے یا ذلیل کرنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ معاشرے کی اکثریت غریب یا کمی ہوتی ہے۔

پھر اس غریب اکثریت کو بھی اپنا پیر بنا کے یہ سوچنے کا موقع دیا کہ اپنی قیادت کیساتھ کیسے پیش آنا ہے، اسی نسبت سے یہ کہا جاتا ہے؛

واہو واہو گوبند سنگھ آپے گُر چیلا

یعنی وہ کیسا اعلیٰ ظرف ہے کہ پیر بھی ہے اور مرید بھی ہے۔

گرنتھ صاحب کو اس طرح سے مکمل کر دیا جائے کہ سکھوں کو مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی طور پر رستہ دیکھنے کیلئے ایسے رہنما اصول موجود ہوں جن کے بعد انہیں کسی گرو کی ضرورت نہ پڑے اور نہ ہی آئیندہ ایسا ہیومن گرو سامنے آئے جس کے پیچھے لاکھوں سکھوں کی موجودگی دیکھ کر حکومت وقت اسے اپنے لئے سنگین خطرہ سمجھ کے کوئی نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے۔

جس طرح کسی گرو کو ڈکٹیٹ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح گرنتھ صاحب کو گرو کا درجہ دیدیا جائے تو اسے بھی گرو جیسی محکم حیثیت حاصل ہو جائے گی یعنی کوئی اسے ڈکٹیٹ کرنے یا اسے بدلنے یا اس میں اپنی مرضی کی تحریفات کرنے یا کرانے کا خیال نہ کرے گا۔

گرو کی حیثیت کو ڈیوولیوٹ کر کے سنت شپ میں ڈھال دیا جائے جو گزشتہ گرووں اور گرنتھ صاحب کا روحانی وارث ہو، اور گرنتھ صاحب کے آئینے میں سکھوں کی مذہبی، سماجی، معاشی سیاسی اور عسکری جہتوں میں رہنمائی کیلئے گرو گرنتھ صاحب کا پیغام سمجھا سکے۔

ان سنتوں کی مذہبی تعلیم کیلئے ایک مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جو انہیں گرنتھ صاحب کا مکمل علم پڑھائے اور سنت شپ کی سند عطا کرے۔

عوام کو سکھ ازم کی حمایت کی پاداش میں قتال سے بچنے کیلئے انہیں سیاسی طور پر اس

طرح سے آزاد کر دیا جائے کہ یہ گرنتھ صاحب کو گرو مان کے ایک مرکز پر بھی رہیں اور حکومت کو اس مرکز پر کوئی ایسا ہیومن گرو بھی نظر نہ آئے جس کے حکم پر یہ قوت ان کیلئے خطرے کا باعث بنے یا حکومت کو ایسا خطرہ محسوس ہو جسے کچلنے کیلئے وہ سکھوں کا ناحق خون بہائے، پھر سکھ عوام سیاسی طور پر کسی کا بھی ساتھ دینا چاہے تو وہ معاملات زندگی میں گرنتھ صاحب کے اصولوں کو حکم مان کے جس کیساتھ چاہے چلتے رہیں۔

گرو گوبند صاحب علمی، ادبی، سماجی، عسکری اور دیگر کئی حوالوں سے ایک انتہائی لیجنڈری شخصیت تھے، ان کی روحانیت کے قصے پڑھیں تو مسلمان صوفیاء کی کرامات سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

ان کے ویژن کا کچھ پرتو آپ کو نظر آ گیا ہو گا کچھ ان کی ادبی دسترس بھی یہاں دکھا دیتا ہوں۔

چمکور کی جنگ کے بعد اورنگزیب نے پریوار وچھوڑے کے پیش نظر تالیف قلب کیلئے انہیں ایک خط میں معذرت نامہ لکھ کے بھیجا تھا اور صلح کی درخواست کی تھی، اورنگزیب کو شائد احساس ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مصاحبوں کے ہاتھوں بیجا استعمال ہوا ہے۔

اس خط کا جواب گرو صاحب نے اپنے فارسی کلام ظفرنامے کی صورت میں لکھ کے بھیجا تھا جس کے بارے میں ایک مغربی مفکر لکھتا ہے کہ یہ مغلوں کے دل میں ایک چیرتا ہوا خنجر ہے۔

کمال کرامات قائم کریم رضا بخش رازق رہا کن رحیم
گزارندہ کار عالم کبیر شناسندہ علم و عالم امیر

☆☆☆☆☆

مرا اعتبار بر ایں قسم نیست که ایزد گواہ است یزداں یکیست
نہ قطرہ مرا اعتبار بروست کہ بخشی و دیوان ہمی کزب گوست
کس قول قرآں کند اعتبار ہماں روز آخر شود مرد خوار
تیرا ترکتازی با مکر و ریا ما را چارہ سازی با صدق و وفا

☆☆☆☆☆

گرو صاحب کہتے ہیں میں نے تیرے اوپر نہیں قرآں پر اعتبار کیا تھا کیونکہ اس کا گواہ

خدا ہوتا ہے لیکن اب میں تیرے اوپر ایک قطرہ پانی کے برابر بھی اعتبار نہیں کروں گا کہ جو جھوٹے پر اعتبار کرے اسے کون انصاف دے گا، تمہارا ہتھیار مکر و فریب ہے اور میرا ہتھیار صدق و وفا ہے۔

یہ کلام 100 سے زائد اشعار پر مشتمل ہے جس میں تیس فیصد حمد خداوندی ہے، باقی اورنگزیب کی بیوفائی اور دیگر احوال پر ہے۔

اورنگزیب 1707 میں فوت ہو گیا تو اس کے تین بیٹوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی جس میں بہادر شاہ کامیاب ہوا، اس نے گرو صاحب کو ملاقات کیلئے بلوایا تھا مگر کئی ماہ تک وقت نہیں دیا، یہ ملاقات کے انتظار میں دکن کے قریب اپنے کیمپ میں رہتے تھے کہ ان کیساتھ سابقہ جنگیں لڑنیوالے سپہ سالار وزیر خان جو اب بہادر شاہ کیساتھ تھا اس نے پیغام دینے کے بہانے دو بندے کیمپ میں بھیجے جنھوں نے گرو صاحب پر خنجروں سے حملہ کر دیا اور فرار کی کوشش میں سکھوں کے ہاتھوں مارے گئے، انہی زخموں سے گرو صاحب 1708 میں شہید ہو گئے۔

دمدمی ٹکسال اور سنت شپ کا اجراء:

انتم سنسکار کے بعد بھی گرو صاحب کے سوگ میں لوگ رو رہے تھے کہ ان سے ملنے کہیں دور دراز سے ایک خالصہ آیا، اسے شہادت کا علم نہیں تھا، اس نے بتایا کہ رونے کی ضرورت نہیں، گرو صاحب تو زندہ ہیں، ابھی میری رستے میں ملاقات ہوئی، بات چیت بھی ہوئی ہے، انہوں نے کہا تم ڈیرے پر پہنچو میں ابھی آتا ہوں۔

اوپر جن انتظامات کی بات ہوئی تھی وہ کہیں لکھے ہوئے نہیں ہیں لیکن گرو صاحب کے قریبی ساتھیوں کے مطابق ان کی منشا یہی تھی جس کے عین مطابق انہوں نے اعلان کیا کہ آئیندہ کوئی ہیومن گرو نہیں ہوگا بلکہ گرنتھ صاحب کو زندہ گرو کا درجہ حاصل ہوگا جس کی کسٹوڈین گرو گوبند صاحب کی روح ہے۔

اس کے بعد سری دمدما صاحب کے مقام پر گرو صاحب کی منشا کے مطابق ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا گیا جسے دمدمی ٹکسال کہتے ہیں، ٹکسال کا مطلب مدرسہ یا اسکول آف لرننگ ہے جہاں گرنتھ صاحب کی مکمل تعلیم دیکر سکھ سنت بنائے جاتے ہیں۔

جو بندہ دمدمی ٹکسال کے زیر انتظام کسی ادارے سے گرنتھ صاحب کا مکمل علم حاصل

نہیں کرتا وہ سنت نہیں کہلا سکتا، البتہ جو سنت ہو گا وہ سکھ ازم کے اصولوں، روایات اور پرچار کا پاسدار اور کسٹوڈئین سمجھا جائے گا۔

آج کے دور میں جتھہ بھنڈراں چوک مہتہ اور بھنڈراں والی ٹکسال دمدی ٹکسال کے معروف ترین ذیلی سینٹرز سمجھے جاتے ہیں۔

اندرا گاندھی کیساتھ تنازعے کی شروعات:

اس تاریخی بیک گراؤنڈ سے اب آپ کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو گی کہ اورنگزیب نے جو غلطی 1675 میں سردار تیغ بہادر صاحب کو کنٹرول میں لینے کیلئے کی تھی، عجیب اتفاق ہے کہ وہی غلطی 1975 میں تیغ بہادر صاحب کی شہادت کی یاد میں رکھے گئے مہاسماگم میں اندرا گاندھی نے بھی کرڈالی۔

یہ مہاسماگم دمدمی ٹکسال کے پلیٹ فارم پر ٹکسال کی اینیورسری اور سردار تیغ بہادر صاحب کے تین سو سالہ یوم شہادت کے طور پر منایا جارہا تھا۔

پہلی قسط میں ہم یہ بات دیکھ چکے ہیں کہ تقسیم کے بعد کس طرح سکھوں نے اپنے لئے پنجاب پارلیمنٹ کی بنیاد رکھوائی تھی اور یہ لوگ اپنے فیصلے خود کرنے لگے تھے، اس چیز کو کنٹرول کرنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ دمدمی ٹکسال کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے۔

دمدمی ٹکسال جس کے ہاتھ میں آجاتی تو ہر سنت اس کا پٹھو ہوتا، اور اکال تخت چونکہ خالصہ پنتھ چلاتا ہے جو سَنتوں پر مشتمل ہوتا ہے لہذا شرومنی کمیٹی اور اکالی دل بھی ان کی جیب میں آجاتا۔

اندرا گاندھی درپردہ دمدمی ٹکسال میں اپنے بندے داخل کرچکی تھی یا خرید چکی تھی، ان میں سے کئی فارغ التحصیل ہو کر بطور سنت شرومنی کمیٹی، اکال تخت، اکالی دل اور سکھ عوام میں اپنا مقام و مرتبہ بھی بنا چکے تھے۔

اندرا گاندھی اس مہاسماگم میں مہمان خصوصی کے طور پر شریک تھی، اس نے اکال تخت کے نیچے موجود اپنی خفیہ طاقت کے بل پر یہ مناسب سمجھا کہ اس موقع پر سکھ عوام کو اپنی مرضی کے مطابق چلنے کا عندیہ دیدیا جائے، اس مقصد کیلئے اس نے اپنی تقریر میں کچھ ایسی ہدایات جاری کیں جسے سکھوں نے دمدمی ٹکسال اور اکال تخت کے معاملات میں بیجا مداخلت پر محمول کیا اور سخت ردعمل کا اظہار کیا۔

اس موقع پر ان سکھ سنتوں نے بھی بطور خاص اپنے کان کھڑے کر لئے جو اس بات کے شائبے تک سے لاعلم تھے کہ ان کے درمیان کوئی کسی کا ایجنٹ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تعلیم تو جھوٹے لوگوں کو نہیں دی جاتی، اس کیلئے امرت چکھنا اور مکمل اپنا اندر باہر بدلنا پڑتا ہے۔

اس افتاد سے نمٹنے کیلئے ایک ایسے بندے کی ضرورت تھی جو معاملہ فہم، بیباک اور دبنگ ہو، اس کام کیلئے سب سنگتوں کی نظر سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ پہ جا کے اٹک گئی۔

تیسرا حصہ

اس چیپٹر کے عنوانات:

- اندرا۔ سکھ تنازعے کی وجوہات
- سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کا ظہور
- جرنیل سنگھ کی ابتدائی سرگرمیاں
- نرنکاری سکھوں کے استعمال کا سرکاری فیصلہ
- گربچن سنگھ کی آمد اور لڑائی کی ابتدا
- انتقام کیلئے دھرم یُدھ مورچے کا اعلان
- آنندپور ریزولیوشن کا احیاء
- جرنیل سنگھ کی ملیٹینسی کا آغاز
- جرنیل سنگھ کیخلاف سرکاری مؤقف
- پری۔ آپریشن حالات پر آزاد ذرائع کا موقف

اندرا۔ سکھ تنازعے کی وجوہات:

پچھلی دو اقساط میں آپ نے بخوبی یہ دیکھ لیا ہو گا کہ دربار صاحب کا قیام دراصل سکھوں کیلئے ایک کیپیٹل کے مترادف ہے اور اس میں کتنی قربانیاں لگی تھیں۔

پھر ان کی موجودہ ہیریکی کیا ہے اور اسے ترتیب دینے تک گزشتہ سوا تین صدیوں میں مزید کتنی گرانقدر قربانیاں دی گئیں۔

اس ہیریکی اور کیپیٹل کی قوت سے انہوں نے سکسٹیز تک آتے آتے پنجاب کے اندر اپنے لئے جو پولیٹیکل اسٹیٹس حاصل کیا تھا وہ ان سے سات گنا بڑی مسلمان اکائی بھی حاصل نہیں کر سکی حالانکہ وہ کل آبادی کا 15٪ ہیں اور سکھ محض 02٪ ہیں، وجہ ان کا بکھرے ہوئے اور ان کا منظم ہونا ہے۔

پنجاب میں لوک سبھا یا مرکز کی 13 نشستیں تھیں جن میں سے 1973 کے الیکشن میں اکالی دل صرف ایک سیٹ جیت پائی، اس صورتحال پر اکالی دل نے وجوہات جاننے کیلئے جو کمیٹی بنائی اس نے یہ رپورٹ دی کہ پنجاب کے بعض معاملات ایسے ہیں جن کا فیصلہ مرکز کرتا ہے اسلئے لوگ اپنے مفاد کی خاطر مرکز کی ہندو پارٹیوں کو سپورٹ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اکالی دل نے آنندپور ریزولیوشن کے نام سے مرکز کو ایک چارٹر آف ڈیمانڈ پیش کیا جس میں پنجاب کیلئے مزید پولیٹیکل اٹانومی کی ڈیمانڈ کی گئی اور 1977 کا الیکشن بھی انہی مطالبات کی بنیاد پر لڑنے کا فیصلہ کیا جو لازمی طور کانگریس جیسی 80٪ ہندو اکثریتی پارٹی کیلئے پنجاب میں شکست کا باعث بنتا لہذا سکھوں کو مٹھی میں لینا ناگزیر ہو گیا تھا۔

اس کام کیلئے ضروری تھا کہ سکھوں کے بنیادی مراکز دمدمی ٹکسال اور اکال تخت کو ہاتھ میں لیکر اپنے مقاصد کیلئے استعمال کیا جائے اور انہیں باہم لڑایا بھی جائے۔

اس مقصد کیلئے سنجے گاندھی نے ذیل سنگھ کو فرنٹ پہ رکھ کے ان دونوں مراکز میں بہت اچھے تعلقات بنا لئے تھے، جبھی تین سو سالہ مہاسماگم میں اندرا گاندھی کو مہمان خصوصی لیا گیا تھا۔

اندرا گاندھی نے اس تقریب میں انہی معاملات پر سکھوں کو ڈکٹیٹ کیا تو انہوں نے

ہر اس بات کا نوٹس لینا شروع کر دیا جو خلاف معمول ہو رہی تھی۔

اس سکروٹنی میں یہ بھی پتا چلا کہ دمدمی ٹکسال نے سکھوں کی جو "رہت مریادا" یا کوڈ آف کنڈکٹ مقرر کیا ہے وہ کچھ اور ہے لیکن سرکاری ایماء پر شرومنی پربندھک کمیٹی نے جو رہت مریادا چھپوائی ہے وہ ان سے مختلف ہے جس میں سکھی کے چند بنیادی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

یہاں سے سکھوں نے یہ سوال اٹھانا شروع کر دیا کہ سکھوں پر اتھارٹی اندرا گاندھی ہے یا گرو گرنتھ صاحب؟ اور آنندپور ریزولیوشن کو کس نے اور کیوں دبا کے رکھا ہوا ہے؟

اس صورتحال کو کاؤنٹر کرنے کیلئے سکھوں کو ایک ایسے بندے کی تلاش تھی جو ذمہ داران کو منہ دے سکے، یہ بندہ جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی شکل میں مل گیا جو اپنے پیش رو کی طرح اندرا گورنمنٹ کیساتھ نہیں چل سکتا تھا لہذا گورنمنٹ نے اسے حالات بگاڑنے کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے کا ظہور:

سنت جرنیل سنگھ دمدمی ٹکسال سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد گاؤں گاؤں کا سفر کر کے بگڑی ہوئی نوجوان نسل کو گرسکھی کی طرف راغب کرنے کیلئے گرو گرنتھ صاحب کا پرچار کرتے، نوجوانوں کو بال کٹوانے، نشہ کرنے اور مخرب اخلاق فلمیں دیکھنے سے منع کرتے اور سکھ ازم کیلئے لڑنے پر آمادہ کرتے تھے۔

آجکل بھی سنت لوگ وہاں گاؤں گاؤں قریہ قریہ سماگم لگا کے اسی طرح سے گربانی کی کتھا و کیرتن کیساتھ سکھ ازم کا سُدھار اور پرچار کرتے ہیں، میرے اس مضمون کے ایک ماخذ سنت رنجیت سنگھ ٹنڈریانوالے بھی انہی میں سے ایک ہیں۔

سنت جرنیل سنگھ صاحبِ کرامت اور دلیر ہونے کے علاوہ جینئیس مگر جزباتی تھے، ان کی دلیری اس جنگ میں بڑی واضح ہے اور کرامات ان کے قاتل کی زبانی بتائیں گے۔

فی الحال یہ دیکھیں کہ وہ اپنے موقف کو بہترین بنا کے پیش کرنے کا ڈھنگ جانتے تھے، ایک بیان میں وہ مسجد، مندر اور گردوارے کا تقابل کرتے ہوئے بہت سی باتیں کہتے ہیں جن کا مقصد یہ تھا کہ سکھ ازم سب سے بہتر ہے ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ مسجد کا ایک دروازہ ہے تاکہ مسلمان کے سوا کوئی نہ آئے اور گردوارے کے چار دروازے ہیں

تا کہ مسلمان، سکھ، عیسائی اور ہندو جو جی چاہے جس دروازے سے چاہے آ جائے۔
سنگھ صاحب کو شائد پتا نہیں تھا کہ مسجد کا دروازہ اور صف طبقاتی تقسیم کی نفی کرتے ہوئے ہر خاص و عام کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں تا کہ یہاں آ کے چھوٹے بڑے کا فرق ختم ہو جائے اور نہ ہی کسی غیر مسلم کے مسجد میں آنے پر کوئی پابندی ہے بشر طیکہ وہ صاف ستھرا ہو، مگر جس اعتماد اور خلوص کیساتھ انہوں نے اپنے مذہب کی بڑائی بیان کی ہے اسے سن کے حقیقت سے لا علم کوئی بھی شخص متاثر ہو سکتا ہے، یہ ہنر اور خلوص ان کی تعلیمات اور گفت و شنید میں بہت عام نظر آتا تھا۔
جرنیل سنگھ دمدمی ٹکسال کے سربراہ کرتار سنگھ بھنڈرانوالے کے بہت قریبی اور منظور نظر شاگرد تھے، مہاسماگم کے دو سال بعد جب کرتار سنگھ ایک حادثے کا شکار ہو گئے تو جرنیل سنگھ کی محنت، خدمات اور خلوص کو دیکھ کر انہیں کرتار سنگھ بھنڈرانولے کی جگہ 16 اگست 1977 کو دمدمی ٹکسال کا نیا لیڈر بنانے کی تجویز رکھی گئی جو چند دن بعد 25 اگست کو چوک مہتہ کی بھنڈراں ٹکسال میں ہونے والی کرتار سنگھ کی بھوگ سیر یمنی میں منظور ہو گئی اور انہیں دمدمی ٹکسال کا نیا سربراہ چن لیا گیا۔
سربراہ بننے کے بعد سکھوں کی سیاست اور پنجاب کے مسائل پر ہونے والی گفت و شنید میں سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالے ایکدم ابھر کر بھارت کے قومی منظر نامے پر اس طرح سے چھا گئے کہ ہندو سیاسی اشرافیہ، ہندو مذہبی تنظیموں، شرومنی کمیٹی اور اکالی دل کی اپنی موقع پرست لیڈر شپ کیلئے بھی ایک سنگین خطرہ سمجھے جانے لگے تھے۔

جرنیل سنگھ کی ابتدائی سرگرمیاں:

دمدمی ٹکسال کا لیڈر منتخب ہونے کے بعد جرنیل سنگھ نے کانگریس کے حاشیہ بردار اکالی لیڈروں کی خوب خبر لینا شروع کی اور وہ سب معاملات جو پنجاب کے مفاد میں تھے مگر انہیں مرکز کی طرف سے دبایا یا اکالی دل کی طرف سے نظر انداز کیا جا رہا تھا ان سب کو اٹھانا شروع کر دیا۔
ان معاملات میں پنجاب کے پانیوں کی تقسیم، پنجاب کی فصلوں کے ریٹ مرکزی سرکار کی طرف سے مقرر کرنا، پنجابی عوام کے استحصال، خاص طور پہ پنجاب میں نشے کے فروغ اور نوجوان نسل کو نشے اور گمراہیوں کی طرف دھکیلنے والی سرکاری پالیسیوں پر نکتہ

چینی شامل تھی۔

گزشتہ دہائیوں میں کئی بار مختلف سکھ دھڑے اسی قسم کے مطالبات لے کر مورچے لگاتے رہے تھے مگر کبھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا لیکن اس بار سنت جرنیل سنگھ کی آواز بہت دور دور تک سنائی دے رہی تھی اور عوامی حلقے جوق در جوق ان کی حمایت میں اکٹھے ہو رہے تھے۔

نرنکاری سکھوں کے استعمال کا فیصلہ:

گرو گوبند صاحب کے ایک صدی بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں بابا دیال سنگھ نے ایک تحریک شروع کی تھی کہ ملٹری ایکشن سکھوں کو ان کی بنیادی ذمہ داری سے دور کر رہے ہیں لہذا فتوحات کی بجائے صرف "نام جپو"۔

نام جپو سکھی رہت مریادا کے تین بنیادی اصولوں، کِرت کرو، نام جپو، ونڈ چکھو، میں سے ایک ہے۔

بابا دیال سنگھ کا عقیدہ تھا کہ پانچویں گرو ارجن دیو جی کی "آدی گرنتھ" ہی اصل گرنتھ ہے جو انہوں نے دربار صاحب میں انسٹال کرائی تھی، اس کتاب میں بعد کے اضافوں کو ہم نہیں مانتے لہذا سکھوں کو اپنے اصل کی طرف لوٹنا چاہیئے۔

کل ملا کے بات یہ ہے کہ بابا دیال سنگھ کے ماننے والے دراصل سکھوں کا لبرل طبقہ ہے جو موجودہ کتاب کے کچھ حصے کے علاوہ روحانیت اور بزرگوں سمیت سکھوں کے کسی اصول کو نہیں مانتا بلکہ ہندو، سکھ اور مسلمان کے تینوں رنگ ان میں پائے جاتے ہیں، مسلمانوں کی طرف سے انہوں نے مردے کو دفنانا یا ہندوؤں کی طرح دریا میں بہانا جیسی کچھ چیزیں لے رکھی ہیں۔

یہ طبقہ خود نرنکاری سکھ کہلاتا ہے جو ٹوٹل سکھ ڈیموگراف کا بمشکل پانچ سے دس فیصد حصہ ہے لہذا ان کا سنت جرنیل سنگھ کے سامنے کھڑا ہونا ناممکن تھا لیکن حکومت نے انہیں سرکاری سپورٹ مہیا کرنا شروع کر دی تا کہ سکھ تقسیم ہو جائیں اور ان کے مطالبات دبائے جا سکیں۔

گربچن سنگھ کی آمد اور لڑائی کی ابتدا:

سکھوں کی ایکتا اور جرنیل سنگھ کا زور توڑنے کیلیئے اندرا گورنمنٹ نے نرنکاری سکھ لیڈر

گوربچن سنگھ کو انتہائی مضبوط زیڈ سیکیوریٹی جس میں درجنوں گارڈز، کمانڈوز اور سنائپر وغیرہ ہوتے ہیں دیکر سرکاری سرپرستی میں پنجاب کی سیاست کے اندر دھکیل دیا۔

گوربچن سنگھ کو عرفِ عام میں گوربچنا کہا جاتا تھا، بلیو سٹار آپریشن کے کمانڈر جنرل برارڑ نے بھی اپنی کتاب میں اسے گوربچنا ہی لکھا ہے، اس بندے نے جگہ جگہ سماگم لگائے اور لوگوں کو ذات پات کی بنیاد پر ورغلا کے اپنے جلسوں میں بلانے لگا۔

اس کا ٹارگیٹ وہ سکھ بھی تھے جو گردواروں کی انتظامیہ سے کسی نہ کسی وجہ سے ناراض بیٹھے ہوتے ہیں، اس کی شعلہ بیانیوں سے بڑی تعداد میں لوگ اس کے بھی حامی بنتے گئے۔

اکالی دل کے لیڈر بھی اس پر تنقید کرنے سے گھبراتے تھے تاکہ وہ سرکاری ذرائع سے معلومات لیکر ان کی اپنی پول پٹیاں نہ کھولنا شروع کردے، ایسی صورتحال ان کے ووٹ بینک کو بہت نقصان پہنچا سکتی تھی۔

گربچن سنگھ لبرل ہونے کے ناطے اپنے جلسوں میں سرِعام گوروگرنتھ صاحب کو زمین پر رکھ کے اوپر سے پھلانگتا اور کہتا یہ محض ایک کتاب ہے جسے اتنا اہم بنا دیا گیا ہے کہ اس کے نام پر سکھوں کو خوامخواہ جزباتی کردیا جاتا ہے اور گوروگوبند جی نے جو پانچ پیارے بنائے تھے وہ بھی کوئی خاص بات نہیں، میں اس موجودہ دور کا گروہوں تو میں سات پیارے بنا سکتا ہوں۔

گروگوبند صاحب اور گروگرنتھ صاحب کے تقدس پر ایک علیحدہ مقالہ لکھا جا سکتا ہے کیونکہ باقائدہ اللہ کے نام کی تعریف، حمد و توحید کے درجنوں کلاموں سے لیکر مسلمان صوفیاء کے متعدد کلاموں تک اس میں بہت کچھ ایسا ہے جسے مسلمان بھی بلاشبہ مقدس کہہ سکتے ہیں، مگر مضمون بہت طویل ہو جائے گا اسلیئے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ان دو چیزوں کو گہنا دیا جائے تو سکھ ازم میں باقی کچھ نہیں بچتا۔

سن 1978 میں بیساکھی کے موقع پر گوربچن سنگھ نے امرتسر میں دیوان لگانے کا اعلان کیا تو جرنیل سنگھ نے اس بات کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ دربار صاحب کی پوِتر دھرتی پہ بیساکھی والے دن صرف گروگرنتھ صاحب کا دیوان لگنا چاہیئے لہذا ہم کسی کو کوئی دوسرا دیوان نہیں لگانے دیں گے۔

13 اپریل 1978 کو گوربچن سنگھ کو سمجھانے کیلیئے دربار صاحب کا خاص اکھنڈ کیرتنی جتھا بھیجا گیا مگر بات چیت کے دوران پہلے تو تو میں میں ہو گئی، پھر باقائدہ لڑائی چل نکلی جس

میں اکھنڈ کیرتنی جتھے کے 13 سنگھ شہید کر دئے گئے۔
اس کے بعد جرنیل سنگھ اور گربچن سنگھ کے درمیان کھلی جنگ شروع ہو گئی، جہاں جہاں گوربچن کا سماگم لگتا ٹھیک اس کے اگلے دن جرنیل سنگھ بھی وہیں دیوان لگاتے، ان جھگڑوں میں کہیں ایک، کہیں دو، اور کہیں چار شہید ہوتے ہوتے دربار صاحب کے 105 عہدے دار شہید ہو گئے۔

انتقام کیلئے دھرم یُدھ مورچے کا اعلان:

ان حالات میں جرنیل سنگھ نے دھرم یُدھ مورچے کی بنیاد رکھی، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم گربچن سے اپنے شہداء کا بدلہ لیں گے۔
اس مقام پر کچھ لوگوں نے صلح کی کوشش کی مگر جرنیل سنگھ کا جواب تھا کہ ہمارے جتھے کے 105 سنگھ شہید ہوئے ہیں جس دن ہم گربچن کے 106 حواری قتل کر دیں گے اس دن صلح کا سوچیں گے۔

دربار صاحب کے درجنوں امرت دھاری جتھیداروں کی شہادت پر سکھ عوام پریشان بھی تھی اور غصہ بھی کھائے ہوئے تھی اسلئے گربچن سنگھ کو پولیس کی حفاظت میں دہلی بھیج دیا گیا، پنجاب میں گوربچن کے خلاف قتل کا مقدمہ درج ہوا تو اس مقدمے کو سرکاری سرپرستی میں ہریانہ اسٹیٹ میں منتقل کر کے اگلے سال گوربچن کو بری کر دیا گیا۔
پنجاب کے چیف منسٹر پرکاش سنگھ بادل نے اس فیصلے کے خلاف اپیل نہ کرنے کا فیصلہ کیا جس پر تاؤ کھا کے شہید ہونے والے سکھوں کا بدلہ لینے کیلئے کئی تنظیمیں وجود میں آ گئیں جن میں ببر خالصہ جو ایک امرت دھاری شہید فوجا سنگھ کی وائیف بیبی امرجیت کور نے بنائی تھی، اس کے علاوہ دل خالصہ، دشمیش رجمنٹ اور آل انڈیا سکھ اسٹوڈنٹ فیڈریشن بھی قائم ہوئی مگر ان سب پر حکومت نے پابندی لگا دی اور کارکنوں کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

آنند پور ریزولیوشن کا احیاء:

سن 1982 میں جب یہ شور شرابا زیادہ ہوا تو دھرم یُدھ مورچے کی طرف سے اندرا گورنمنٹ کو مزید دباؤ میں لینے کیلئے آنند پور ریزولیشن کی بنیاد پر کل سترہ مطالبات رکھے تھے جن میں چند درج ذیل ہیں، جرنیل سنگھ روزانہ تین تین گھنٹے ان مطالبات کے حق میں

تقریر کیا کرتے تھے۔

1۔ پنجاب کی فصلوں کا مول مرکز نہیں طے کرے بلکہ پنجاب سرکار طے کرے گی۔

2۔ پنجاب سے گزرنے والے دریاؤں کے پانی پر پہلا حق پنجاب کی زمینوں کا ہے تاکہ یہاں کی فصلوں کو پورا پانی ملے۔

3۔ چندی گڑھ کو پنجاب میں شامل کیا جائے جسے ماضی میں ایک انتظامی فیصلے سے پنجاب سے نکالا گیا تھا۔

4۔ چار سرکاری ریڈیوز پر ہندوؤں کے بھجن چلائے جاتے ہیں اسلئے ایک سکھ ریڈیو بھی ہونا چاہیئے جو ہمارے کیرتن چلائے تاکہ سکھ عوام گھروں میں سن سکیں، اس کا خرچہ بھی سکھ دیں گے۔

5۔ آزادی میں 94 پرسینٹ سکھوں کی قربانیاں ہیں اسلئے کسی کرنسی نوٹ پر مہاتما گاندھی کی بجائے بھگت سنگھ، سرابا سنگھ یا اودھم سنگھ میں سے کسی ایک کی فوٹو لگائی جائے۔

6۔ طالب علموں کو جب تک نوکری نہیں ملتی تب تک مرکزی سرکار خرچہ دے تاکہ سکھ نوجوان پڑھائی کی طرف راغب ہوں۔

7۔ ہندوؤں کے کچھ شہر پوِتر مانے جاتے ہیں جن میں گوشت، تمباکو اور نشہ منع ہے، ایسے ہی امرتسر کو بھی پوِتر شہر کا درجہ دیا جائے اور یہ چیزیں یہاں بھی حرام قرار دی جائیں۔

(یہی مطالبہ سابق کرکٹر نوجوت سنگھ سدھو نے بھی پنجاب سبھا میں کیا ہے)

8۔ کسی عورت سے کوئی جرم ہو تو اسے تھانے میں رات نہیں رکھا جائے یہ قانون پاس ہونا چاہیئے۔

9۔ عورتوں کیساتھ زبردستی کی سزا موت ہونی چاہیئے تاکہ انہیں محفوظ ماحول میسر ہو سکے۔

جرنیل سنگھ کی ملیٹینسی کا آغاز:

دھرم یدھ مورچہ لگانے اور آنند پور ریزولیوشن کا احیاء کرنے پر جرنیل سنگھ کی مقبولیت اس قدر بڑھ چکی تھی کہ ایک طرف نوجوان طبقہ دھڑا دھڑ امرتسر آکے اس کیساتھ یکجہتی کا عہد کرنے لگا تو دوسری طرف اس کا رعب اس قدر بڑھ چکا تھا کہ لوگ اپنے مسائل کے حل کیلئے سرکاری اداروں کی بجائے جرنیل سنگھ کے پاس آتے اور ان کا کام بھی

فوراً ہو جاتا تھا۔

سنت رنجیت سنگھ ٹنڈ ریانوالے بیان کرتے ہیں کہ ایک طاقتور خاندان کے لڑکے نے کسی غریب کی لڑکی کو زبردستی سترہ دن اپنے پاس رکھا تھا، پولیس بھی کچھ نہیں کر پارہی تھی بلکہ سترہ دن بعد جب لڑکی کو رہا کیا گیا تو اس سے یہ بیان بھی لکھوالیا کہ میں اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر گئی تھی، اور سرکاری ڈاکٹر سے بھی کہا گیا کہ اس کا میڈیکل کلئیر آنا چاہئے، ڈاکٹر نے جب لڑکی کی بات سنی تو وہ اسے جرنیل سنگھ کے پاس لے گیا۔

جرنیل سنگھ نے لڑکے اور اس کے باپ کو بلا کر ان کا مؤقف پوچھا جو جرم قبول کرنے اور معافی تلافی پر مبنی تھا، اس پر جرنیل سنگھ نے فیصلہ دیا کہ تمہارے لڑکے نے سترہ دن لڑکی کو اپنے پاس رکھا تھا اب تم بھی سترہ دن بعد آکے اپنے لڑکے کو لیجانا، سترھویں دن اسے لڑکا واپس کر دیا گیا جو کاٹ کے بوری میں ڈال کے رکھا ہوا تھا۔

گر بچن کے ساتھیوں کی سرکوبی کے علاوہ جرنیل سنگھ کا پنجاب بھر میں یہ بھی اعلان تھا کہ جو کسی عورت سے زبردستی کرے اسے سزائے موت دے دینی چاہئے۔

پھر لوگ اپنی زمین، جائیداد، رشتیداری اور دیگر جھگڑے بھی جرنیل سنگھ کے سامنے لانے لگے تھے جن پر فوری اور انصاف پر مبنی فیصلہ بھی ہوتا تھا، اس پرائیویٹ عدالتی اقدام نے بھی جرنیل سنگھ کو بہت پاپولر بنادیا تھا۔

جرنیل سنگھ کیخلاف سرکاری مؤقف:

دوسری طرف سرکاری اعداد و شمار کیمطابق پنجاب میں قتل و غارت، دہشت گردی اور افراتفری عام ہو گئی تھی اور پنجاب حقیقت میں ایک لاء لیس اسٹیٹ بن چکی تھی۔

دوسرے نمبر پہ انٹیلیجنس رپورٹ کے مطابق جرنیل سنگھ جلد ہی سکھ اسٹیٹ کا اعلان کرنے والے تھے اسلئے یہ ناگزیر ہو گیا تھا کہ اس آواز کو خاموش کیا جائے لہذا ایک بھرپور آپریشن کا سوچا جانے لگا کیونکہ پنجاب بھر کے سماج اور گردواروں میں جرنیل سنگھ کی انتہا درجے کی مقبولیت اور ملیٹینٹ فورس موجود تھی جو کسی وقت بھی کوئی بڑا مسئلہ کھڑا کر سکتی تھی۔

پری۔ آپریشن حالات پر آزاد ذرائع کا موقف:

اس سلسلے میں صحافتی اور عوامی حلقے اس بات پر متفق ہیں کہ پنجاب میں جرنیل سنگھ کا

ہولڈ ضرور تھا، نوجوان طبقہ اور عوام اس کے اصولی موقف کو پسند کرتے تھے، عوامی فیصلوں کے معاملات بھی اس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے تاہم انہوں نے کسی کیساتھ بیجا ظلم وزیادتی روانہیں رکھی البتہ گربچن سنگھ کی طرف سے گرو گوبند صاحب اور گرو گرنتھ صاحب کی بیحرمتی سے شروع ہونے والی قتل و غارت ایک ایسا عنصر ضرور تھا جس کی بنا پر پنجاب کو لاء لیس اسٹیٹ کہا جا سکتا تھا لیکن یہ صورتحال پیدا کرنے میں گربچن کو سرکاری سپورٹ مہیا کرنیوالی اندرا گورنمنٹ بھی برابر کی شریک تھی۔

آپریشن کا جواز پیدا کرنے اور سکھوں کو ڈیفیم کرنے کیلئے خالصتان موومنٹ کا پروپیگنڈا بھی شروع کیا گیا حالانکہ ایک انٹرویو میں جرنیل سنگھ نے یہ کہا تھا کہ ہم اکٹھے اور انڈیا میں رہنا چاہتے ہیں تاہم پنجاب اور سکھ قوم کو اس کا جائز مقام ملنا چاہئے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ سیکنڈ آپشن کے طور پر وہ علیحدگی کی منصوبہ بندی بھی کئے بیٹھے تھے۔

اکالی دل کے لیڈروں نے اس ضمن میں دوہرا معیار اپنا رکھا تھا جس میں وہ اندرا گورنمنٹ کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے جرنیل سنگھ کے بارے میں یہ موقف اختیار کرتے کہ وہ ایک انپڑھ اور گنوار بندہ ہے جو ایویں بولتا رہتا ہے لیکن آپ فکر نہ کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور جرنیل سنگھ کو یہ کہتے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن گورنمنٹ گربچن کو سپورٹ کرتی ہے اسلئے ہم اسے کچھ نہیں بول سکتے۔

ان حالات میں گربچن سنگھ اور جرنیل سنگھ کے حواریوں میں قتل و غارت کا جو ماحول گرم ہو چکا تھا وہ سب آپریشن کے بغیر ختم ہونا بالکل ناممکن تھا۔

چوتھا حصہ

اس چیپٹر کے عنوانات:

- جرنیل سنگھ کی دربار صاحب میں منتقلی
- جنرل شبیگ کی دربار صاحب میں آمد
- جنرل شبیگ کا ٹیلیگراف کیلئے انٹرویو
- جنرل شبیگ کا دفاعی انتظام

جرنیل سنگھ کی دربار صاحب میں منتقلی:

سکھ تنظیموں پر پابندی کے بعد جب گرفتاریوں کا بازار گرم تھا تو اکالی دل کے لیڈر سنت لونگووال نے درپیش خطرات کے پیش نظر سنت جرنیل سنگھ کو دربار صاحب میں رہائش رکھنے کی دعوت دی جسے قبول کرتے ہوئے جولائی 1983 میں وہ اپنے مسلح ساتھیوں سمیت "گرو نانک نواس" بلڈنگ میں منتقل ہوگئے کیونکہ ان دنوں میں ان کے بہت سے قریبی ساتھی گرفتار کر لئے گئے تھے۔

دربار صاحب میں رہائش کی کوئی جگہ نہیں اسلئے دور دراز سے آنے والے زائرین کیلئے دربار صاحب کے ساتھ ملحق مختلف ناموں سے چند بلڈنگز ہیں جو بطور ہاسٹلز بنائی گئی ہیں، سنت صاحب اور ان کے ساتھیوں کی رہائش گرونانک نواس ہاسٹل میں تھی۔

جنرل شبیگ کی دربار صاحب میں آمد:

میجر جنرل شبیگ سنگھ خیالہ گاؤں کے تھے جس کا پرانا نام خیالہ نند سنگھانوالا تھا جو امرتسر سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، ان کے والد سردار بھگوان سنگھ گاؤں کے نمبردار اور 100 ایکڑ اراضی کے مالک تھے۔

سنت جرنیل سنگھ اور جنرل شبیگ سنگھ یہ دونوں قدیم خالصہ وارئیر بھائی مہتاب سنگھ کی اولاد میں سے ہیں جنہوں نے دربار صاحب پر قبضہ کرنیوالے مغل حاکم موسیٰ عرف ماسا رانگڑ کا سر اڑایا تھا، ماسا رانگڑ گرو گوبند صاحب کے تین دہائیوں بعد 1738 میں دربار صاحب کے اندر عیاشی کیا کرتا تھا اسلئے سکھ اندر نہیں جاسکتے تھے لیکن جب یہ خبر کسی طرح سے باہر نکلی تو مہتاب سنگھ نے ساتھیوں کیساتھ حملہ کر کے اسے عین اس وقت مارا تھا جب وہ دربار صاحب میں لڑکیوں کا رقص کرا رہا تھا۔

شبیگ سنگھ نے خالصہ کالج امرتسر سے سیکنڈری ایجوکیشن لینے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا تھا جہاں اول پوزیشن لینے کے ساتھ ساتھ ہاکی اور فٹبال بھی اچھا کھیلتے تھے اور 18 سال کی عمر میں 100 میٹر کی سپرنٹر بھی جیتے تھے۔

برٹش آرمی کی ایک فوجی ٹیم 1940 میں ریکروٹمنٹ کیلئے آئی تو یہ بھرتی ہو کے پنجاب رجمنٹ میں چلے گئے، 1944 تک برما اور ملایا میں جاپانی فوج کے خلاف لڑے، تقسیم ہند کے بعد انڈیا کی فرسٹ پیرا بٹالین میں چلے گئے، 1962 کی انڈو چائنہ وار میں لیفٹیننٹ

کرنل تھے اور 1965 کی پاک بھارت جنگ میں حاجی پیر سیکٹر جموں میں گورکھا رائفلز کے کمانڈر تھے، اسی دوران ان کے والد کا انتقال ہوا لیکن اپنی والدہ کی ٹیلیگرام جیب میں رکھ چھوڑی اور جنگ کے بعد ہی گھر گئے مگر ان کی والدہ نے کوئی شکوہ نہیں کیا۔

جنرل مانک شاء نے 1971 کی پاک بھارت جنگ میں شبیگ سنگھ کو ڈیلٹا سیکٹر اگر تلہ کا انچارج مقرر کیا تھا جہاں یہ کرنل عثمانی، میجر ضیاء الرحمان اور محمد مشتاق کے ساتھ مل کر پاک فوج کے خلاف لڑتے تھے، میجر ضیاء الرحمان بعد میں بنگلہ دیش کا صدر اور مشتاق آرمی چیف بنا اور شبیگ سنگھ کو بریگیڈیئر سے میجر جنرل کا رینک اور ملٹری ایوارڈ دیکر ملٹری پولیس بہار اور اڑیسہ کا جی۔او۔سی لگا دیا گیا۔

اس پوسٹنگ کے دوران کسی سے نان۔جسٹیفائیڈ تحائف لینے اور ذاتی فائدے کیلئے سرکاری زمین پر فصلیں اگا کر بیچنے کی پاداش میں انہیں ریٹائرمنٹ سے صرف ایک دن پہلے سروس سے ڈسمس کر دیا گیا، اسی وجہ سے ان کے بچے بھی آرمی ایجوکیشن سے محروم ہو گئے تو اس دوہری تکلیف سے ان کی بیوی بھی سخت بیمار ہو گئی۔

انڈیا میں ریٹائرڈ جنرلز عموماً کانگریس میں ہی جگہ ڈھونڈتے ہیں لیکن شبیگ سنگھ نے 1977 میں اس وقت اکالی دل جوائن کی جب پنجاب میں کانگریس نے بیشتر اکالی لیڈرز کو عوام کی نظروں میں مشکوک کر رکھا تھا، ان میں گورچرن سنگھ تھورا، پرکاش سنگھ بادل، سنت لونگووال اور جگدیو سنگھ تلونڈی سمیت کئی سکھ لیڈر شامل تھے۔

دھرم یدھ مورچے کے دوران شبیگ سنگھ کی سنت جرنیل سنگھ سے ملاقات ہوئی تو ان دونوں کے مزاج کچھ اس طرح سے مل گئے کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ دونوں بہت قریب آتے گئے، سن 1983 میں شبیگ سنگھ نے ریٹائرڈ آرمی آفیسرز کو خطوط لکھے اور ایک بہت بڑی میٹنگ بلائی جس میں پنجاب کی لیڈرشپ اور دیگر مسائل کے حل کیلئے اپنی کوششیں شروع کیں۔

مارچ 1984 میں ایک نامہ بر سنت جرنیل سنگھ کا پیغام لے کر ڈیرہ دون میں شبیگ سنگھ کے گھر پہنچا کہ حالات کے تحت دربار صاحب کا ڈیفینس ترتیب دینے کیلئے امرتسر میں آپ کی شدید ضرورت ہے، انکی وائیف بیمار تھی، انہیں اپنی وائیف سے بہت پیار بھی تھا لیکن مذہبی جنگ لڑنے کی خاطر کچھ پیار بھرے کلمات کہہ کے بیگم سے اجازت لے لی اور دوسو خالصہ نوجوانوں کے ساتھ مل کر دربار صاحب کا ڈیفینس ترتیب دیا جو بلاشبہ دنیا کی ایک

بڑی آرمی کے خلاف حیران کن حد تک افیکٹیو ڈیفینس تھا اس کی تفصیلات آپریشن میں آئیں گی۔

جنرل شبیگ کا ٹیلیگراف کیلئے انٹرویو:

جنرل کے ایک انٹرویو کا کچھ حصہ جو انہوں نے آپریشن سے مہینہ قبل مئی 1984 میں دی ٹیلیگراف کلکتہ کو دیا تھا۔

ٹیلیگراف تعارف میں لکھتا ہے:

وہ اداسی کے علاوہ تلخی کا بھی شکار تھے اس بات پر کہ انڈین گورنمنٹ نے انہیں محض اسلئے فوج سے نکال دیا کہ وہ ایک سکھ ہے اور یہ دیکھے بنا کہ وہ ایک قابل جنرل ہے جو مکتی باہنی کا ماسٹر مائنڈ تھا اس پر سرکاری مال لوٹنے کا الزام لگا دیا۔

وہ اس بات پر بھی حیران تھے کہ ان کا نام دشمیش رجمنٹ کیساتھ کیسے جوڑا جاتا ہے جبکہ وہ وائلنس پر یقین نہیں رکھتے، انہوں نے سنت جرنیل سنگھ کیساتھ اپنے تعلقات کو چھپانے کی کوشش نہیں کی البتہ ان کیساتھ جو کچھ ہوا اس کی تلخی ان پر حاوی تھی اسی وجہ سے وہ دکھی اور کمزور نظر آرہے تھے بلکہ آخری چند سالوں میں غصہ اور نفرت ہی ان کے مزاج کا خاصہ بن گیا تھا۔

ٹیلیگراف: آپ کو فوج سے کیوں نکالا گیا؟

جنرل : یہ آپ انہی سے پوچھیئے، میں واحد بندہ ہوں جس کا ٹرائل نہیں کیا گیا، اگر یہ دوسرے جرنیلوں کا ٹرائل کرسکتے ہیں، انہیں کورٹ مارشل کیلئے پیش کرسکتے ہیں تو مجھے بھی لیجاتے تاکہ میں الزامات کا جواب دے سکتا۔

ٹیلیگراف: انہوں نے ٹرائل کیوں نہیں کیا؟

جنرل : کیونکہ ان کے پاس کوئی خاص ثبوت نہیں تھا لیکن وہ مجھے لازمی نکالنا چاہتے تھے اسلئے آرمی ایکٹ کی اس کلاز کا استعمال کیا جو کبھی برٹش فوج میں استعمال ہوئی نہ انڈین فوج میں، وہ صرف میرے کیس میں استعمال کی گئی ہے جس کے تحت آرمی چیف چاہے تو کسی الزام پر جوابدہی کا حق دیئے بغیر کسی کو بھی اپنی صوابدید پر

ڈسمس کر سکتا ہے۔

اس کے بعد مجھے تنگ کرنے کیلئے دو کیسز بنا دئے گئے تا کہ میں انصاف مانگنے کی بجائے الجھا رہوں، ایک یہ کہ میں نے کسی کے نام پہ ٹرک خریدا ہے اور دوسرا یہ کہ میں نے نو لاکھ کی لاگت سے گھر کیسے بنایا، جبکہ میرا گھر صرف پونے دو لاکھ کا ہے، ویجیلنس نے بھی اس کی ویلیو میرے بیان سے صرف پانچ لاکھ زیادہ بتائی ہے۔

ٹیلیگراف: تو آپ نے کیس جیت لیا؟

جنرل : جی بالکل عدالت اسی نتیجے پر پہنچی کہ اس میں کوئی کرپشن نہیں ہے، مگر انہوں نے ظلم یہ کیا کہ اس کیس کو سی۔بی۔آئی کے حوالے کر دیا تھا جو مجھے خوفزدہ رکھنے کیلئے پانچ سال تک کیس کو لٹکاتی رہی، میں تنگ آ کے ہوم منسٹر گیانی ذیل سنگھ سے ملا مگر وعدے کے باوجود کچھ نہ بنا تو ایڈووکیٹ جنرل سے ملا، وہ میرا دوست ہے، اس نے ذیل سنگھ کو سمجھایا کہ ایک ہیرو کیساتھ ایسا سلوک تو نہ کرو جس نے ملک کو عزت دلائی، پھر بھی کچھ نہ بنا تو عدالت نے سی۔بی۔آئی کو لکھا کہ اس کیس میں گواہیاں پیش کرو تا کہ بے مقصد پیشیوں میں عدالت کا وقت نہ خراب ہو مگر سی۔بی۔آئی نے مجھے بتایا کہ وہ چاہیں تو اس کیس کو بیس سال بھی لٹکا کے رکھ سکتے ہیں۔

ٹیلیگراف: پھر بھی کچھ تو خاص وجہ ہو گی جو اکہتر کی لڑائی کا ہیرو ایکدم اس طرح نظروں سے گرا دیا گیا۔

جنرل : جب اندرا گاندھی نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کی تو میں نے یہ کہا تھا کہ اس ملک میں کسی فرد کے مفاد کی بجائے نظام کا چلنا زیادہ اہم ہے، میرے نزدیک یہ ایک محب وطن بیان تھا لیکن یہ بات کسی مخبر نے اندرا گاندھی اور آرمی چیف تک نہ جانے کن الفاظ میں پہنچائی کہ انہوں نے مجھے باغی سمجھ لیا لیکن میرے خیال میں ایسا ہے کہ یہ مجھے سکھ ہونے کی وجہ سے ترقی نہیں دینا چاہتے تھے، آرمی میں سکھوں کیساتھ اب یہی سلوک ہو رہا ہے۔

ٹیلیگراف: آپ کے خیال میں آرمی سب سکھوں کیساتھ امتیازی سلوک کر رہی ہے؟

جنرل : جی بالکل، بلکہ اس سے بھی بڑھ کے ہمیں مشکوک سمجھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ائیر چیف مارشل ارجن سنگھ نے ٹیوی پر یہ کہا ہے کہ سکھ قوم کی حب الوطنی کو

مشکوک نہیں سمجھنا چاہیئے۔

ٹیلیگراف : لیکن جب جنرل ہر بخش اور جنرل اروڑا کو ترقی مل سکتی ہے تو آپ کو کیوں نہیں؟

جنرل : شائد اسلیئے کہ فوج میں بہت زیادہ سکھ جرنیل نہ بن جائیں۔

ٹیلیگراف : کیا آپ ایمر جنسی کے وقت سکھ کاز کے حامی تھے؟

جنرل : میں ہمیشہ اپنے مذہب سے جڑا رہا ہوں، میری والدہ نے مجھے جپ۔جی کا پاٹھ اس وقت پڑھایا تھا جب میں پانچ سال کا تھا، پھر میں جہاں بھی رہا اکھنڈ پاٹ کراتا رہا لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ جب گیانی ذیل سنگھ کی سر پہ گرو گرنتھ صاحب رکھے ہوئے تصویر آتی ہے تو وہ مذہب سے مخلص سکھ گردانے جاتے ہیں لیکن جب ایک جنرل کی حیثیت سے یہی کام میں کروں تو مشکوک ہو جاتا ہوں۔

ٹیلیگراف : آپ یہاں گولڈن ٹیمپل میں کب سے ہیں؟

جنرل : تین ہفتے ہو گئے، یہ دونوں کیس جیتنے کے بعد میں نے یہاں طویل خدمت و عبادت کا پروگرام بنایا ہے۔

(یہاں وہ صبح شام کے اپنی عبادات کے بہت سے معمولات گنواتے ہیں)

ٹیلیگراف : تو آپ یہاں کچھ مہینوں سے رہ رہے ہیں؟

جنرل : نہیں صرف تین ہفتے سے، اور یہ میرے لئے مشکل نہیں کیونکہ میرا گاؤں یہاں سے قریب ہی ہے، شائد آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں یہاں کسی اور مقصد کیلئے ہوں تو ایسا نہیں ہے، کیس جیتنے کا شکرانہ اور اپنی وائف کی صحت کیلئے دعا کرتا ہوں، یہ بیماری اسے اندرا گاندھی سے تحفہ میں ملی ہے، میں نے اندرا گاندھی سے اپیل میں کہا تھا کہ ہم بوڑھے ہو رہے ہیں، میرے لئے نہ سہی تو میری وائف کیلئے ہی انصاف کرو تا کہ اسے سکون حاصل ہو جس نے بارہ سال تک میری نان۔ فیملی سٹیشنز پر پوسٹنگ کے دوران ملکی مفاد میں طویل تنہائی کاٹی ہے، مگر آپ جب انصاف نہ کریں تو کیا میں بھی کوئی دعا دارو نہ کروں؟

ٹیلیگراف : کیا آپ جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کے سپورٹر ہیں؟

جنرل : میرا خیال ہے میں اپنی حب الوطنی وزیراعظم سے بہتر طور پر ثابت کر چکا ہوں اسلیئے جرنیل سنگھ کیساتھ میرے تعلقات میں کچھ بھی مشکوک نہیں، میں ان سے ملا ہوں، وہ بلاشبہ ایک روحانی شخصیت ہیں کیونکہ وہ سچائی کی طرف کھڑا ہونیوالا

بندہ ہے۔

گورنمنٹ اسے خوامخواہ غدار قرار دینے پہ تلی ہوئی ہے صرف اسلئے کہ اس کا طرز سیاست سرکار کو سوٹ نہیں کرتا جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیا میں شائد ہی کوئی سکھ ایسا ہو جو اسے اپنا لیڈر نہ مانتا ہو۔

میں خود اسے اپنا لیڈر مانتا ہوں اور اس بات پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ گرو گوبند صاحب کے بعد اگر کوئی پیدا ہوا ہے جو اس ملک میں سکھوں کو انصاف دلوا سکتا ہے جہاں ہم بطور قوم آزادی کے بعد ہمیشہ معتوب رہے ہیں اور بحیثیت فرد اور قوم ہمیشہ مشکوک رہے ہیں تو وہ بندہ سنت جرنیل سنگھ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

ٹیلیگراف : تو کیا آپ حصول انصاف کیلئے پر تشدد راستے کو سپورٹ کرتے ہیں؟

جنرل : نہیں، میں تشدد پر یقین نہیں رکھتا، میں نے تین ماہ کیلئے جیل میں رہ کے یہ ثابت کیا ہے کہ میں قانون کا احترام کرتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ مجھے رہا کر دیا گیا تھا البتہ مجھے پینشن دینے سے انکار کر دیا، یہ فیصلہ بھی مجھے جیل میں ہی سنایا گیا تھا۔

گویا یہ گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ جس بندے نے عزت اور امتیاز کیساتھ ملک کی خدمت کی ہو اسے پینشن بھی نہیں دینی چاہئے حالانکہ ملک کی خاطر بنگالی بننے کیلئے مجھے اپنے بال بھی کٹوانے پڑے تو دریغ نہیں کیا پھر بعد میں مجھے دوبارہ امرت چکھنا پڑا۔

میں نے جنرل ضیاء الرحمان کو ٹریننگ دی جو میرے ساتھ سب کمانڈر کے طور پر چٹاگانگ میں فتح کا ذمہ دار تھا، آزادی کے بعد حکمران بن کے جب وہ اپنی بیوی خالدہ ضیاء کیساتھ یہاں آئے تو بطور خاص مجھ سے ملے تھے۔

میں واحد جنرل ہوں جس کیساتھ ایسا بیہودہ سلوک کیا گیا ہے کہ میں اب اپنا میڈیکل بھی افورڈ نہیں کر سکتا، پچھلے سال جب مجھے ہارٹ اٹیک ہوا تو میرے پاس دوا کیلئے بھی پیسے نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆

زرا تصور کیجئے کہ اندرا گاندھی نے جب الیکشن جیتنے کیلئے حالات سازگار نہ دیکھے تو الیکشن کرانے کی بجائے ملک میں ان۔ریسٹ کا بہانہ کر کے ایمرجنسی لگا دی تھی جس سے اس کے اقتدار کو کافی طول مل گیا، اس موقع پر ساری اپوزیشن سخت تنقید کر رہی تھی اس

میں جنرل نے اگر یہ بیان دیا بھی تھا کہ فرد کے اقتدار کی نسبت سسٹم کا چلنا زیادہ اہم ہے تو باقیوں کے مقابلے میں یہ کافی حد تک نفیس بیان تھا مگر جہاں ایک ہیرو جرنیل کیساتھ انتقاماً یہ کانڈ کیا گیا ہو وہاں عام سکھوں کا کیا حال ہوتا ہوگا یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

جنرل شبیگ سنگھ کا دفاعی نظام:

جنرل شبیگ سنگھ نے ٹیمپل کو تین قسم کے اسلحے سے لیس کیا تھا، مشین گنز، اینٹی ٹینک مسلز، اور راکٹ لانچرز۔

اسی طرح تین طرح کی ڈیفینس لائینیں بنائی تھیں جن میں پہلی لائن ٹاورز اور چھتوں پر سنائپرز اور لانچرز کی، دوسری لائن راہداریوں میں مشین گنز کی، اور تیسری لائن پکے بنکرز کی، پھر مضبوط کمیونیکیشن کے علاوہ ایک ماہ تک کا راشن بھی ذخیرہ کیا گیا تھا۔

زمینی بنکرز اس طرح سے بنائے گئے تھے کہ حملہ آور کوشش کے باوجود کرالنگ نہ کر سکے کیونکہ زمینی بنکرز سے گولیاں اس انداز سے آتی تھیں کہ زمین سے چند انچ اوپر چلتی ہوئی اپنے ٹارگیٹ کو لے جاتی تھیں، لہذا ان انتظامات کی موجودگی میں کسی قسم کے دستے کا بھی دربار صاحب اور گردونواح میں ایڈوانس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، انڈین فوج کا زیادہ نقصان بھی انفلٹریشن، ائیر ڈراپ، گراؤنڈ ایڈوانسمنٹ اور کرالنگ کے دوران ہی ہوا تھا۔

ٹینکوں کی آمد کے بعد اینٹی ٹینک میزائلز کے علاوہ بلڈنگز کے اوپر سے بم باندھ کر بھی سکھوں نے ٹینکوں پر چھلانگیں لگائیں جن سے کافی ٹینک ناکارہ ہوئے تھے۔

پانچواں اور آخری حصہ

اس چیپٹر کے عنوانات:

- آپریشن کا فیصلہ اور مشکلات
- آپریشن کمانڈر کا انتخاب
- ٹروپس کا ردِ عمل اور ان کی برین واشنگ
- پری۔ آپریشن پیکج کی درگت
- آپریشنل آبجیکٹیوز کا حکمنامہ
- آپریشنل پروسیڈنگ
- ویری ویری ہاٹ میچ۔لاک
- اس دوران پنجاب کی صورتحال
- جرنیل سنگھ اور شبیگ سنگھ کی شہادت
- آپریشن کا اختتام
- آپریشن کمانڈر کے اعترافات اور فرسٹریشن
- سنت جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی کرامت
- پوسٹ آپریشن عوامی تاثرات
- سکھوں کا انتقام
- مورل آف دی سٹوری
- اس مضمون کے جملہ ماخذات

آپریشن کا فیصلہ اور مشکلات:

گر بچن سنگھ کی پسپائی، آنند پور ریزولیوشن کا احیاء، عوامی مطالبات کا زور اور سنت جرنیل سنگھ کی مقبولیت دیکھ کر گورنمنٹ نے آپریشن کا فیصلہ تو کر لیا تھا مگر اس کی راہ میں عوامی، سیاسی، فوجی اور دیگر حلقوں کا ردعمل سب سے بڑا خطرہ تھا۔

انہی مشکلات کے پیش نظر اندرا گاندھی قدم اٹھانے کے معاملے میں بہرحال کنفیوژن کا شکار تھیں مگر ان کے ایڈوائزر جن میں راجیو گاندھی اور جنرل سندرجی شامل تھے وہ اس بات پر مُصر تھے کہ آپریشن کرنا چاہیے۔

آپریشن کمانڈر کا انتخاب:

اندرا گاندھی نے پہلے لیفٹیننٹ جنرل ایس۔کے۔ سنہا کو آرمی چیف بنانے کی پیش کش کی اور گولڈن ٹیمپل پر حملہ کرنے کیلئے پوزیشن پیپر تیار کرنے کا کہا مگر جنرل سنہا نے سکھوں کی ٹریڈیشن اور مزاج کا حوالہ دے کر صاف منع کر دیا بلکہ پولیٹیکل ڈائیلاگ یا دوسرے ذرائع استعمال کرنے کا مشورہ بھی دیا۔

جنرل سنہا کے انکار کے بعد اے۔ایس۔ وِدیا کو آرمی چیف اور جنرل سندرجی کو وائس چیف بنا دیا گیا جنہوں نے یہ آپریشن ڈیزائین کیا اور میجر جنرل کلدیپ سنگھ برارڑ کو آپریشن کمانڈر مقرر کیا جو بعد میں لیفٹیننٹ جنرل بنے۔

ٹروپس کا ردِ عمل اور ان کی برین واشنگ:

جب آپریشن کیلئے فوج کے نچلے طبقے تک خبر آئی تو انہوں نے بہت سخت ردِ عمل دیا، ایک بڑی تعداد میں ہندو فوجیوں نے بھی منع کر دیا اور سکھوں نے خاص طور پہ اپنے آپ کو دھرمی فوجی قرار دیدیا جو دربار صاحب پہ حملے کو مہا پاپ سمجھتے تھے، اس مسئلے کو ہینڈل کرنے کیلئے پھر برین واشنگ ٹیکنیک کا سہارا لیا گیا۔

فوجیوں کو یہ بتایا گیا کہ دھرم کی لڑائی تو دراصل ہم لوگ کرنے لگے ہیں کیونکہ سنت جرنیل سنگھ دربار صاحب کے اندر اسلحے کی فیکٹری لگائے بیٹھا ہے اور رات کو وہاں بیبیاں بھی رقص کرتی ہیں۔

ہم چونکہ دربار صاحب آزاد کرانے چلے ہیں لہذا یہ کوئی پاپ نہیں بلکہ پُن ہے، اس کیساتھ فوجیوں کو ملٹری ایوارڈز اور دیگر انعامات کا آسرا بھی دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ 62ء کی جنگ میں 0.5٪ لوگوں نے استعفے دیئے تھے، یہ رجحان 65ء میں ایک فیصد اور 71ء میں 1.5 ٪ تھا جبکہ دربار صاحب پر حملے کیلئے بلائے گئے فوجیوں میں سے 48٪ لوگوں نے استعفے دینے کی دھمکی یا عندیہ دے دیا تھا۔

یہ صرف ان دو تین انفنٹری یونٹوں کی بات ہے جنہوں نے براہ راست ایکشن میں حصہ لینا تھا۔

ان کے علاوہ تیرہ ہزار کے قریب فوجی اطراف میں اور حساس مقامات پر تعینات کئے گئے تھے۔

آزاد ذرائع کے مطابق یہ تعداد چھ لاکھ تھی جس میں سے سوا لاکھ امرتسر میں، دو لاکھ پچیس کلومیٹر کے ایریا میں، باقی کا حصہ بتدریج پورے پنجاب میں پھیلایا گیا تھا لیکن میرے خیال سے پچیس کلومیٹر کے ریڈئیس میں تین لاکھ فوج لانا احمقانہ سی بات ہے، البتہ ایک دوسری جگہ سات ڈویژن کا ذکر ہے جو سوا لاکھ کے قریب بنتی ہے جس کی پنجاب بھر میں تعیناتی پھر بھی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

پری۔آپریشن پیکج کی درگت:

تین جون کی شام آپریشن لانچ کرنے سے پہلے 14 فوجی افسروں اور جوانوں پر مشتمل ایک وفد کو درج ذیل پیکج ڈیل دے کر سنت جرنیل سنگھ کے پاس بھیجا گیا تھا تاکہ اسے منالیا جائے، بصورت دیگر اسے فوجیوں کو دیکھ کے یقین آجائے کہ آپریشن ضرور ہو گا، اجازت ملنے کے بعد یہ افسران اندر گئے اور یہ پیکج ان کے سامنے رکھا۔

1۔ آپ کو دکھاوے کیلئے گرفتار کریں گے تاکہ سکھ یوتھ اور قوم آپ کے خلاف نہ ہوں اور آپ کا وقار سلامت رہے۔

2۔ ایک ارب امریکی ڈالر دو گھنٹے کے اندر اندر آپ کے سیوا داروں کے نام پر امریکہ، انگلینڈ یا کینیڈا میں جہاں آپ کہیں، جس اکاؤنٹ میں کہیں، ٹرانسفر کر دیتے ہیں۔

3۔ جس غیر ملک میں جانا چاہیں وہاں چند ہی دنوں میں آپ کو نیشنلیٹی لے کے دے دیتے ہیں۔

4۔ پاکستان جانا چاہیں تو آپ کو ہیلی کوپٹر میں بٹھا کے وہاں چھوڑ آتے ہیں۔

5- یا سینسر لگا کے آپ کو پنجاب کا مکھ منتری بنا دیتے ہیں، سب کانگریس کے ایم ایل اے آپ کے حق میں ووٹ بھی ڈالیں گے اور ہر جگہ آپ کے حق میں بھگتان بھی کریں

گے، آپ کی پارٹی دشمیش پارٹی کے نام سے بنادی جائے گی۔

مگر ایک گھنٹے کے بعد خبر آئی کی کہ مزاکرات کیلئے جانے والے کل 14 فوجیوں نے سنت جرنیل سنگھ کابھاشن سن کے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اور فوج کے خلاف لڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔

آپریشنل آبجیکٹیوز کا حکمنامہ:

جنرل اے۔کے۔ سنہا جنہیں آپریشن سے انکار کرنے پر سیک کر دیا گیا تھا وہ اس وقت جی۔او۔سی تھے، جنرل سنہا نے اس آپریشن پر کھل کر تنقید کی اور کہا کہ ہماچل پردیش میں وادی ڈون کے مقام پر نقلی ہر مندر صاحب بناکر آپریشن کی باقاعدہ ٹریننگ دی گئی تھی۔

پھر آپریشن کیلئے جان بوجھ کے گرو ارجن دیو جی کا یوم شہادت چنا گیا کیونکہ اس دن عام پبلک بھی ہزاروں کی تعداد میں ہر مندر صاحب آتی ہے، لہذا اس دن بھی اندرون ملک اور بیرون ملک سے ہزاروں لوگ دربار صاحب کے اندر تھے جو سب مار دیئے گئے۔

یہ بھی آبجیکٹیوز کا حصہ تھا کہ حملہ اس وقت کیا جائے جب عام پبلک بھی بڑی تعداد میں موجود ہو تاکہ صحیح طرح سے لوگوں کو سبق حاصل ہو جائے اور اپنے مطالبات بھول کے انہیں یہ عقل آجائے کہ سرکار کے ساتھ پنگا نہیں لینا چاہیئے۔

فوج کو آرڈرز تھے کہ کسی پر ترس نہیں کھانا، اور خاص طور پر بجلی و پانی کی سپلائی کاٹی جائے تاکہ باغیوں کو بھوکے پیاسے مارا جائے۔

دربار صاحب کے تقدس کا لحاظ نہیں کرنا، سامنے کوئی مقدس مقام ہو کوئی ایسی چیز ہو جو ادب کے لائق ہو تو بھی کسی بات کا لحاظ نہیں کرنا، گولہ بارود کھلے دل سے استعمال کرنا کیونکہ دربار صاحب کو آزاد کرانا ہے۔

آپریشنل پروسیڈنگ:

جنرل برارڑ نے چند دن پہلے ریکی کیلئے یاتری کے روپ میں بذات خود دربار صاحب کا دورہ کیا تھا اور محتاط اندازے سے ڈیفینس کا جائزہ لیکر اپنے پاس کو یہ رپورٹ دی تھی کہ چار پانچ سو مسلح لوگ اندر موجود ہیں اور بوریاں سی رکھ کے کچا دفاع لیا گیا ہے جسے نیوٹرالائز کرنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، ہم باآسانی چھ گھنٹے میں ان کے اوپر مکمل قابو پالیں گے۔

دو جون کو ڈیپلائمنٹ کر دی گئی تھی مگر اوپر سے آرڈر آیا کہ انفلٹریشن کیلئے ایک دن رک جائیں، پھر چوبیس گھنٹے کے بعد 3 جون کو آپریشن کرنے کی اجازت مل گئی۔

ویری ویری ہاٹ میچ۔لاک:

تین جون:

شام کو 2200 فوجیوں کا دستہ اندر بھیجا گیا جن میں سے 1700 سپاہی بلٹ پروف پہنے ہوئے تھے جسے رکھشا قبچ کہا جاتا ہے، جنرل برارڑ کا خیال تھا کہ اتنے فوجی باغیوں کو ہاتھوں ہاتھ نمٹانے کیلئے کافی ہیں اور پانچ چھ گھنٹوں میں کمپاؤنڈ کلین اپ کر دیں گے۔

یہ دو یونٹ رینگتے ہوئے دربار صاحب کی طرف بڑھے مگر اندر سے بھی انتہائی ستھرا استقبال ہو گیا، کیونکہ جنرل شبیگ سنگھ ڈیرہ دون میں جنرل برارڑ کا استاد بھی رہ چکا تھا، اس نے اپنے بندوں کو بھی ستھرا ٹرینڈ کر رکھا تھا اور ڈیفینس بھی پروفیشنل انداز میں لے رکھا تھا۔

جنرل برارڑ کہتا ہے کہ ایک ہی ہلے میں بائیس سو بندے بیکار ہو گئے، زمین سے تین انچ اونچی گولیاں آتی تھیں اور رینگتے ہوئے فوجیوں کو چاٹ جاتی تھیں، یعنی کچھ مارے گئے، کچھ زخمی ہو گئے اور باقی بھاگ نکلے۔

پھر 1100 بلیک کیٹ کمانڈوز بلائے گئے، یہ کمانڈوز انفنٹری کا مزاق اڑاتے تھے کہ یہ کونسا کام ہے جس کیلئے آپ نے اتنی بھاری نفری لگا رکھی ہے، یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

ان کمانڈوز کو جب اینٹری دلائی گئی تو آن کی آن میں 37 کمانڈوز ختم ہو گئے جن میں ایک کرنل بھی شامل تھا یہ صورتحال دیکھ کے کسی موسٹ سینئر کے حکم پر کمانڈوز کو واپس بھیج دیا گیا، کہا جاتا ہے کہ یہ راجیو گاندھی تھے جو ہاٹ لائین پر جنرل برارڑ سے رابطے میں تھے۔

چار جون:

کمپلیکس پر فائرنگ اور پچیس پاؤنڈر گولوں کی شیلنگ کی گئی جس سے شبیگ سنگھ کا آؤٹر دفاعی نظام ناکارہ ہو گیا اور اندر جانے کیلئے ٹینکس اور اے۔ پی۔ سیز کیلئے راہ ہموار ہو گئی۔

تھوڑی دیر کیلئے جنگ روکی گئی اور گورچرن سنگھ تھوراجو شرومنی کمیٹی کے صدر تھے انہیں جرنیل سنگھ کو ہتھیار پھینکنے پر آمادہ کرنے کیلئے بھیجا گیا جو ناکام واپس آگئے۔

پانچ جون:

صبح شیلنگ اسٹارٹ کی گئی اور اکال تخت پر بھی فائرنگ کی گئی لیکن سارادن قابو نہیں پا سکے، شام سات بجے ہوٹل ٹیمپل ویو اور براہم بوٹا بلڈنگز پر کاروائی کی گئی جہاں رات دس بجے قابو پالیا گیا

اس کے بعد کئی قسم کی رجمنٹس سے ہمہ جہت حملہ کیا گیا جسے بریگیڈئیر اے۔کے۔ دھوون کمانڈ کر رہے تھے، ان میں کمانڈوز، ڈائیورز اور انفنٹری شامل تھی مگر ہر بدلتے لمحے بریگیڈئیر دھوون اپنی فورس کی ہیوی کیزوئیلٹیز رپورٹ کر رہے تھے اور جنرل برارڑ تازہ دم کمپنیاں بھیجتے جارہے تھے لیکن یہ ابھی تک اس مقدس تالاب پر بھی کنٹرول نہیں کرپائے تھے جو دربار صاحب کے اطراف میں واقع ہے۔

اس کے بعد اے۔پی۔سی سپورٹ مووکرائی گئی، جیسے ہی وہ اکال تخت کے پاس پہنچی تو اینٹی ٹینک آر۔پی۔جی کا لقمہ بن گئی۔

اس کے بعد ٹینک سپورٹ کال کی گئی اور 105 ایم۔ایم اسکواش ہیڈ ایکسپلوژیو صبح سات بجے شروع کیا گیا۔

چھ جون:

وجیانتا ٹینک کی شیلنگ سے اکال تخت کریش ہو گیا لیکن قریبی بلڈنگز سے ابھی بھی مزاحمت جاری تھی۔

سات جون:

ہر مندر صاحب کے اوپری علاقے کا مکمل کنٹرول آرمی کے قبضے میں چلا گیا۔

اس دوران پنجاب کی صورتحال:

دوجون:

کشمیر سے گنگا نگر راجھستان تک کا بارڈر سیل کیا گیا اور کم و بیش سات ڈویژن فوج پنجاب میں تعینات کی گئی، سڑکیں، ریل اور ایئر لائین سروسز بند کی گئیں، بجلی اور پانی کی

سپلائی کاٹی گئی۔

تین جون:

پورے پنجاب میں کرفیو نافذ کیا گیا اور فوج و پیرا ملٹری فورسز پٹرولنگ کرتی رہیں، دربار صاحب کی طرف آنے جانے والے سب راستے سیل کر دیئے گئے۔

آپریشن کے دن تین جون کو ایک ساتھ 38 گرودواروں پر حملہ ہوا جو بعض رپورٹرز نے 47 بیان کیا ہے جن میں ہزاروں سکھوں کو قتل کیا گیا، ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد 4000 کے لگ بھگ تھی، دکھنوارد، دیوی گڑھ اور بڈونگر نگر کے شمشان گھاٹوں میں ٹرک بھر بھر کے مقتولوں کا سنسکار کیا گیا۔

امرتسر سے پچیس کلومیٹر پرے گولیوال گاؤں کے پاس لگ بھگ پچاس ہزار سکھ اکٹھے ہوتے نظر آئے جو ہیلی کاپٹرز نے رپورٹ کئے تھے جنہیں نمٹنے کیلئے جنرل سندر جی نے ٹینک بٹالین موو کرائی۔

تیس ہزار سکھ بٹالہ اور گورداسپور، بیس ہزار چوک مہتہ جہاں دمدمی ٹکسال واقع ہے، بیس ہزار کے قریب ہریک پتن دریائے بیاس اور ستلج کی طرف سے بھی نکلتے ہوئے دیکھے گئے مگر سخت پہرے کی وجہ سے کوئی بھی امرتسر تک نہیں پہنچ سکتا تھا، موگا اور مکتسر کی طرف سے بھی ایسی ہی مزاحمت دیکھنے میں آئی تھی۔

آٹھ اور نو جون:

کمپلیکس میں سرچ آپریشن ہوتا رہا اور تمام بلڈنگز کی کلیئرنس کنفرم ہونے کیساتھ ہی آپریشن کی کاروائی مکمل ہوگئی۔

جرنیل سنگھ اور جنرل شبیگ کی شہادت:

اکال تخت کے تہہ خانے سے جنرل شبیگ سنگھ اور بھائی امریک سنگھ کی لاشیں برآمد ہوئیں جبکہ سنت جرنیل سنگھ کا معاملہ دیگر تھا۔

جب سارے کرتا دھرتا اور جرنیل سنگھ کے سب ساتھی مارے گئے تو وہ دونوں ہاتھوں سے پستول کیساتھ فائرنگ کرتے ہوئے باہر نکل آئے اور کھلے ایریا میں مقابلہ کرتے ہوئے فورسز کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

جنرل شبیگ سنگھ اور سنت جرنیل سنگھ دونوں اٹھارہویں صدی کے خالصہ ہیرو بھائی

مہتاب سنگھ کی اولاد میں سے تھے جنہوں نے اپنے دور میں ماسا رانگڑ سے دربار صاحب کا قبضہ چھڑوایا تھا۔

ان دونوں کا عہد تھا کہ ہم بابا دیپ سنگھ کے قدموں میں سِکھی کیلئے اپنی جان دے جائیں گے اور ایسا ہی کر دکھایا، بابا دیپ سنگھ دمدمی ٹکسال کے پہلے لیڈر تھے جنہوں نے گرو گوبند سنگھ کے ساتھ مل کے دمدمی ٹکسال کی بنیادیں کھڑی کی تھیں اور گرو گوبند جی نے ہی انہیں اس ٹکسال کا پہلا انچارج مقرر کیا تھا۔

آپریشن کا اختتام:

دس جون کو آپریشن اپنے اختتام کو پہنچ گیا تھا

جہاں سرکاری گزٹ کے مطابق 450 سول اور 136 فوجی مارے گئے جبکہ 220 فوجی زخمی ہوئے لیکن غیر سرکاری اعدادوشمار کے مطابق بیس ہزار کے قریب سویلین مارے گئے اور 700 فوجی کام آئے جبکہ ایک تقریر میں راجیو گاندھی نے اعتراف کیا کہ اس معرکے میں 700 فوجی اور 360 کمانڈوز مارے گئے۔

جنرل کلدیپ سنگھ برارڑ کے اعترافات اور فرسٹریشن:

جنرل برارڑ کہتے ہیں کہ جرنیل سنگھ بہت کٹر انسان تھے، نہ لالچی تھے نہ مال کھاتے تھے، چھ سال کی عمر میں گیارہ پاٹھ پڑھتے تھے، گیارہ سال کی عمر میں 21 بار اور 21 سال کی عمر میں 101 پاٹھ پڑھا کرتے تھے اور یہ معمول ان کی شہادت تک جاری رہا۔

جنرل برارڑ نے شبیگ سنگھ کو اپنا استاد کہا جو ڈیرہ دون میں انہیں پڑھاتے تھے اور ان کے ڈیفینس کی تعریف بھی کی۔

جنرل برارڑ نے یہ گلہ بھی کیا ہے کہ میں ہیرو بن کے بھی اپنی قوم میں زیرو ہو گیا ہوں، کوئی مجھے منہ نہیں لگاتا اور سنت جرنیل سنگھ سب کیلئے عقیدت و احترام کا نام بن چکا ہے۔

جنرل برارڑ کے ساتھ فی الواقع ایسا ہی ہوا تھا کہ اس کا اکلوتا بیٹا گوا میں کسی حادثے کا شکار ہوا تو سرکاری اہلکاروں نے جانتے ہوئے بھی اس کی کوئی دیکھ بھال نہ کی، حالانکہ اس کی جیب میں برارڑ صاحب کا وزٹینگ کارڈ بھی موجود تھا، اسے وقت سر ہسپتال پہنچا دیا جاتا تو وہ بچ سکتا تھا۔

جنرل برارڑ کو بذات خود کینسر لاحق ہو گیا تھا مگر سرکار اسے ٹریٹمنٹ کیلئے کوئی خصوصی مراعات نہیں دے رہی تھی، جو سہولت عام فوجیوں کو میسر ہوتی ہے وہ بیچارہ بھی اسی پر ہی گزارا کر رہا تھا اور اس کے پاس جنرل ودیا کے قتل کے بعد تو اس کا گھر سے باہر نکلنا بھی محال ہو چکا تھا۔

جرنیل سنگھ بھنڈرانوالہ کی کرامت:

جنرل برارڑ کا کہنا ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد میں اپنے ایک ہندو دوست کے گھر گیا تو وہاں جرنیل سنگھ کی ایک بڑی تصویر آویزاں تھی، میرے استفسار پر دوست نے بتایا کہ میری سمدھن کے گھر جرنیل سنگھ کا بچپن میں آنا جانا تھا، وہ میرے پوتے کو دعا کیلئے جرنیل سنگھ کے پاس لے گئے جسے ڈاکٹروں نے برین کینسر کی وجہ سے چند دن کا مہمان قرار دے دیا تھا، جرنیل سنگھ نے اسے اپنے پاس رکھ کے سادھوں سے گرنتھ صاحب کی پڑھائی کرا کے کچھ دن مسلسل دم کرایا اور واپس بھیج دیا، کئی دن سے بے ہوش بچہ آدھے راستے میں جاگ گیا اور کھانا مانگنے لگا، اب وہ بچہ ہائیر ایجوکیشن لے رہا ہے۔

پوسٹ آپریشن عوامی تاثرات:

بہت ساری ہیومن رائیٹس تنظیموں نے گورنمنٹ کے اس اقدام کی مذمت کی اور بہت سارے ملکی اور غیر ملکی اخباروں نے بھی اسے نامناسب قدم قرار دیا جبکہ میڈیا کا کہنا تھا کہ اس دوران میڈیا کو مکمل بلیک آؤٹ میں رکھا گیا، بہت سے صحافیوں نے دربار صاحب پہنچنے کی کوشش کی مگر پنجاب بھر کی ناکہ بندی کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا۔

بہت سے تجزیہ نگاروں نے کہا ہے کہ اس آپریشن کے اثرات کو زائل کرنا ممکن نہیں یا پھر اسے بھلانے کیلئے بہت لمبا عرصہ درکار ہو گا۔

آرمی آپریشن میں حصہ لینے والوں کو سرکار نے ایوارڈز دیئے اور دربار صاحب کی انتظامیہ اکالی دل اور شرومنی گرودوارہ پربندھک کمیٹی نے جرنیل سنگھ سمیت سب ہلاک شدگان کو شہید قرار دیا اور جرنیل سنگھ کیلئے اعزازی اسٹرپ پیش کی جو ان کے بیٹے کو دربار صاحب میں منعقدہ ایک تقریب میں دے دی گئی۔

سکھوں کا انتقام:

آپریشن کے صرف چار ماہ بعد 31 اکتوبر 1984 کو اندرا گاندھی اور 1986 میں آرمی

چیف جنرل اے ایس ودیا کو سکھوں نے قتل کر دیا۔

مورل آف دی سٹوری:

پانچ قسطوں پر محیط اس سٹوری میں جاننے اور سمجھنے کیلئے بہت کچھ ہے جسے آپ جھوٹ یا سچ جو بھی سمجھنا چاہیں سمجھ سکتے ہیں، یہ کہانی کسی کیلئے پرائڈ ہے اور کسی کیلئے ڈیفیم ہے، مگر ان سب حقیقتوں کے درمیان ایک حقیقت ایسی بھی ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی اور وہی میں دکھانا چاہتا ہوں۔

وہ حقیقت یہ ہے کہ چالیس سال پہلے کا پنجاب آج بھی بالکل ویسا ہی ہے جسے بدلنے کیلئے یہ سب لوگ اپنے اپنے اصولوں پر قربان ہو چکے ہیں، اس کے کھیتوں، کھلیانوں، ندی نالوں، کارخانوں اور منڈیوں سے لیکر پنجاب سبھا تک اسٹیک ہولڈرز کے درمیان سب کچھ اسی طرح سے بٹتا ہے جس طرح چالیس سال پہلے بٹتا تھا، کسی کا کچھ نہیں گیا سوائے ان کے جو چلے گئے۔

جیو اور جینے دو

اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں

آپریشن کے ماخذات:

- آپریشن بلیو اسٹار، جنرل کلدیپ سنگھ برارڑ
- فائٹنگ فار فیتھ اینڈ نیشن، سنتھیا محمود کیپلی
- انٹرویو آف جنرل شبیگ سنگھ، دی ٹیلیگراف کلکتہ
- آپریشن بلیو سٹار دی ان۔ٹولڈ سٹوری، کنور سندھو

ماخذات برائے تاریخ:

- سکھ تواریخ،ڈاکٹر ہر جندر سنگھ دلگیر
- اے ہسٹری آف دی سکھ۔ز، والیم ون، خشونت سنگھ
- ظفر نامہ، گرو گوبند سنگھ صاحب کا فارسی کلام
- دی ظفر نامہ، بائی لوئیس ای فینچ

ماخذات برائے جنرل نالج:

- ارشادات حضرت چن پیر آف میاں میر صاحب
- ارشادات سنت رنجیت سنگھ، سکھ پرچارک